نبیِ رحمت ﷺ کے معجزات اور پیشنگوئیاں

مرتب
محمّد ناظِم عبدالمجیدؔ
ریٹائرڈ سائنٹسٹ

صُوبائی جمعیّت أهلِ حدیث مُمبئی

نام کتاب	:	نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور پیشینگوئیاں
مرتب	:	محمد ناظم عبدالمجید (ریٹائرڈ سائنٹسٹ)
طباعت	:	A1/گرافکس اسٹوڈیو :+91-9819189965
صفحات	:	158
ایڈیشن	:	اول
سنہ اشاعت	:	شعبان ۱۴۴۲ھ مطابق اپریل ۲۰۲۱ء
تعداد	:	1/ہزار
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- **دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:**

14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ)

ممبئی-400070۔ فون:022-26520077

- **مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ:**

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع، رتنا گری

پن کوڈ:415709 فون:02356-264455

- **جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی:**

فون:225071 / 226526

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کو ان کی صداقت وسچائی پر دلالت کرنے والی نشانیاں عطا فرمائیں، جنہیں عام زبان میں معجزات کے لفظ سے جانا جاتا ہے، اسی طرح انہیں دلائل النبوۃ، أعلام النبوۃ وغیرہ بھی کہا جاتا ہے، حالانکہ مقصد پر دلالت کرنے والی مناسب تعبیر آیات الانبیاء ہے، یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص میں معجزہ کے بجائے آیت، بینہ، برہان جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ (الجواب الصحیح، از امام ابن تیمیہ، ۵/ ۴۱۲)

انبیاء کے معجزات کی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی اس کا معارضہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ اس جیسی چیز پیش کرنے سے عاجز و درماندہ رہتا ہے، جبکہ یہ چیز اللہ کے اولیاء وصالحین کی کرامتوں میں بھی نہیں ہوتی، چہ جائے کہ کاہنوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کی مکاریوں اور نظر بندیوں میں پائی جائے! یہی نہیں بلکہ اولیاء کی کرامتیں انبیاء علیہم السلام کے دلائل ومعجزات ہی کا حصہ ہیں، کیونکہ اللہ کی جانب سے اولیاء وصلحاء کو حاصل ہونے والے اعزازات واکرامات دراصل انبیاء کی اطاعت وفرمانبرداری ہی کے مرہون منت ہیں۔ (الجواب الصحیح، ۱/ ۴۱۷)

البتہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے درمیان نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عظمت سب سے زیادہ انوکھی اور نرالی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آیات وبراہین دیگر انبیاء کے دلائل ومعجزات سے عظیم تر اور پائیدار ہیں اور اُن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے، جن میں شق القمر، ماضی کی خبریں اور امت کے لئے مستقبل کی عظیم الشان بشارتیں اور پیشینگوئیاں شامل ہیں، جب کہ آپ کا سب سے عظیم معجزہ قرآن کریم ہے جس کے لفظی ومعنوی اعجازات وعجائبات سے مخلوق کی عقلیں حیران ہیں۔ (الجواب الصحیح، ۱/ ۳۹۹، و ۲/ ۵)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ القِيَامَةِ‘‘۔

''ہر نبی کو ایسی نشانی عطا کی گئی کہ اُس جیسے پر انسان ایمان لے آئے، مگر مجھے ایک وحی عطا کی گئی جسے اللہ نے میری طرف کی، اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میں ان میں سب سے زیادہ پیروکاروں والا ہوں گا''۔(بخاری:۴۹۸۱)۔

نبی رحمت ﷺ کے معجزات اور پیشینگوئیاں دین میں حجت و دلیل اوران کا تحقق مسلمانوں کی حاجت وضرورت ہے۔(فتاوی ابن تیمیہ،۱/۸۴)۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات اور پیشینگوئیوں کا سب سے عظیم پہلو یہ ہے کہ ان کا تحقق آپ ﷺ،قرآن کریم اور دین اسلام کی صداقت کی روشن دلیل ہے' نیز اس میں امتِ اجابت کے لئے بشارت اورامتِ دعوت کے لئے انذار وتنبیہ کا سامان ہے۔

زیر نظر کتاب ''نبی رحمت ﷺ کے معجزات اور پیشینگوئیاں'' جماعت کے ایک بزرگ جناب محترم محمد ناظم عبدالمجید حفظہ اللہ کی ایک قابل قدر کوشش ہے،آپ سینئر ریٹائرڈ سائنٹسٹ ہیں، دینی کتابوں سے وابستگی اوراہل علم وفضل سے جڑے رہنا آپ کا شیوہ پایا گیا ہے۔

آپ نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے چند معجزات اور پیشینگوئیوں کو جمع کیا ہے اور موجودہ دور میں اس کے تحقق پر اچھی روشنی ڈالی ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے حسب عادت مضمون کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر شعبۂ نشر واشاعت سے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اس کا نیک صلہ عطا فرمائے۔

اخیر میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کے مرتب، ناشر،صوبائی جمعیت کے موقر ذمہ داران بالخصوص امیر محترم سلمہ اللہ اور جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اوراسے تمام لوگوں کے لئے مفید بنائے،آمین۔

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

ممبئی-۲۹/مارچ ۲۰۲۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مرتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ رب العالمین! ہدایت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ثابت قدم رکھے، آمین۔ شکر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا کہ اس نے مجھے اس مختصر سی کتاب کو ترتیب دینے کا موقع عطا کیا۔ میں اُترا کھنڈ (ہندوستان) کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا، جو ہمالیہ کے ڈھلان پر بسا ہے اور چاروں طرف سے گھنے جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔ نا کبھی مدرسہ گیا، نہ اردو پڑھی۔ دیہاتی ہندی زبان کا جاننے والا ہوں۔ انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزیشن (اسرو) (Indian Space Research Organisation)، ISRO سے ریٹائرڈ سائنسٹسٹ (Retired Scientist) ہوں۔ اسرو (ISRO) اور دوسرے سرکاری محکموں میں سروے ڈیٹا کلیکشن (Survey Data Collection) کے سلسلے میں پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور کچھ باہری ملکوں کا بھی۔ اس سلسلے میں ہندوستان کے ہر صوبے میں کئی مہینوں تک کا قیام رہا اور وہاں کے دیہاتی اور شہری لوگوں کے رہن سہن، طور طریقے اور مذہبی دستور ورواجوں اور رسموں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

ملازمت کی خدمات کو پورا ہونے کے بعد، اب سے کچھ سال پہلے اللہ نے میرے ذہن میں ڈالا کہ اپنے دین اسلام کا علم بھی حاصل کرنے کی کوشش کروں، جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ خود ایک بہت اہم اور بڑی نعمت ہے جو علم اللہ نے مجھے عطا کیا۔ ساتھ ہی ایک دوسری نعمت یہ بھی ہے اور جو میرے لئے بہت مفید ثابت ہوئی کہ میں ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا وقت اسلام کے متعلق کتابیں پڑھنے میں لگا تا ہوں۔ پتہ نہیں چلتا کہ وقت پرسکون طریقے سے کیسے بیت جاتا ہے۔

جب اسلام کا علم حاصل کرنے کی بات ذہن میں آئی تو سوال اٹھا کہ اس کی کتابوں کا ذخیرہ تو

اردو زبان میں ہے، تو کیا کیا جائے؟ اس مسئلے کو آسان کرنے میں مجھے عطا کی گئی ایک اور بہترین نعمت؛ یعنی میری بہترین، دین دار، دیکھوں تو خوش کر دے، فرمانبردار اور صالح اولاد دینے والی اور بے انتہا محبت والی بیوی، ماشاء اللہ، جس نے اس سلسلے میں میری پوری مدد کی۔ اس کی مدد سے تین (3) سال کے وقت میں، میں اردو میں تفسیر کا ترجمہ پڑھنے میں کامیاب ہوا۔ یہ قرآن کی سب سے زیادہ معتبر تفسیر ''تفسیر ابن کثیر'' ہے۔ اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا بھر کے جتنے بھی مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیریں لکھی ہیں، خواہ کسی بھی مکتب فکر کے ہوں، سبھی نے اس تفسیر ابن کثیر سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ضرورت پیش آئی کہ صحیح احادیث کا مطالعہ کیا جائے، لہٰذا اللہ رب العزت نے میرا دل اس عمل کے لئے بھی کھول دیا اور الحمد للہ کتب ستہ کے مطالعے کا سلسلہ شروع ہوا جو اللہ کے فضل و کرم سے جاری وساری ہے۔

لوگوں کے مذہبی عقیدوں کی جانکاری اور تجربہ رکھنے اور اس کے مطالعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ڈالا کہ کیوں نہ ایک کوشش ایسی کی جائے جس میں آج کی امت مسلمہ کی اسلام سے دوری اور گناہوں میں مبتلا رہنے والوں پر اللہ کی طرف سے مصیبتوں اور عذابوں کی خبر دینے والی قرآنی آیتوں اور پیارے نبی ﷺ کی احادیث کو لوگوں کے سامنے لایا جائے، تاکہ مسلمان بھائی نصیحت حاصل کریں اور گمراہی کا راستہ چھوڑ کر نبی ﷺ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم (سیدھے راستے) پر لوٹنے کی کوشش کریں، اور اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں۔

یہاں میں اپنے ذاتی تجربہ سے ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اور وہ یہ کہ کوئی شخص جب دین اسلام کا علم حاصل کرنے کا خواہش مند ہو تو اس کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنا دل و دماغ پوری طرح کھول لے، یعنی اپنی سوچ اور ذہنیت کو کسی خاص دین، مسلک، اور روایات و رواجوں سے پاک کر کے خالص دل اور دماغ سے قرآن کو معتبر ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ خوب اچھی طرح سمجھ کر پڑھے اور اس پر غور و فکر کرے۔ اس کے ساتھ ہی صحیح حدیثوں کا مطالعہ کرے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ صحیح حدیثیں قرآن پاک کی تفسیر ہیں۔ قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے صحیح حدیثوں کا ہی سہارا لینا ہوگا، اور بس اسی بنیاد پر

اپنے دین، ایمان، عقیدہ، روایتوں اور رواجوں کی بنیاد رکھے، یعنی جو صحیح حدیث پائے اس کو فوراً قبول کر کے عمل پیرا ہو جائے، یہی دین اسلام کا تقاضا ہے اور یہی دین قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف محفوظ کر دیا ہے بلکہ اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ رب العالمین نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، الحمدللہ۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے احکامات اور پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے اور طریقے کی اشاعت ہے۔ الحمدللہ! نہ کسی مالی فائدے کی لالچ ہے، نہ شہرت کی خواہش اور نہ ہی مسلک سنت کے علاوہ کسی خاص مسلک اور مکتبہ فکر کی ترویج واشاعت کا مقصد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے شر اور فتنے سے محفوظ رکھے، آمین۔

اس کتاب میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں حقیقت پر مبنی کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو شاید کسی بھائی کو ناگوار گذریں، لیکن سنت کے شیدائی حضرات اور سچی راہ تلاش کرنے والوں کے لئے اسے ضبط تحریر میں لانا ضروری تھا۔ اس کتاب میں چند حدیثیں دوبارہ بھی نقل کی گئی ہیں جن کی تعداد بہت کم ہے لیکن یہ بھی باب کی مناسبت سے بات کو مؤثر طریقے سے سامنے رکھنے کی وجہ سے نقل کی گئی ہیں تاکہ قارئین کو سمجھانے میں مدد مل سکے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کتاب کو مترجم اردو کتابوں سے حاصل شدہ علم کی مدد سے تحریر کیا گیا ہے، لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ کتاب کے اصل پیغام کو سمجھنے کی کوشش کریں، اور کتاب میں ہوئی خطا ونسیان پر رہنمائی فرمائیں، ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔

میں ان سبھی حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور ان کے لئے دعا گو ہوں، جنھوں نے اس کتاب کے لکھنے میں میری مدد کی۔ خصوصاً اپنی والدہ محترمہ اور مرحوم والد محترم کا جنھوں نے میری اچھی پرورش کی اور مجھے اس لائق بنایا، اللہ تعالیٰ میری والدہ کو صحت کاملہ کے ساتھ ان کا سایہ ہمارے اوپر قائم و دائم رکھے، اور میرے والد مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ میں دعا گو ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں اپنی شریک حیات کا جس نے مجھے تمام کتابیں مہیا کرائیں اور میرا بھرپور ساتھ دیا۔ میرے عزیز جناب محمد اقبال صاحب کا، جنھوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ وغیرہ کا کام انجام دیا اور میری بھرپور

رہنمائی فرمائی۔ ایک اور عزیز جناب اسعد اللہ خان صاحب کا جنھوں نے میری ہندی میں لکھی ہوئی اسکرپٹ کو اردو میں ٹائپ کیا اور میرے اردو زبان سے متعلق بہت سے مسائل کو حل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں سے نوازے، آمین۔

اس کتاب میں جو خوبیاں ہیں وہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی جانب سے ہیں اور جو کمیاں ہیں وہ صرف اور صرف میری علمی کمزوری کی وجہ سے ہیں۔ آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ رب العزت! اس کتاب کو میرے لئے، میرے متعلقین کے لئے اور قارئین کے لئے ہدایت، اصلاح اور نجات کا ذریعہ بنا دے اور اس کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ عطا فرما دے، آمین یا رب العالمین۔

فقط والسلام

احقر ناچیز

محمد ناظم عبدالمجید

ریٹائرڈ سائنٹسٹ ''اسرو''

(Retd. Scientist "ISRO"

Dehradun (Uttrakhand) India

Dated : April 2020

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نبوت

(مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ۝) [سورۃ الاحزاب:۴۰]

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور زمین پر بسایا جہاں ان سے ان کی اولاد بنی آدم کا سلسلہ شروع ہوا جو قیامت تک جاری رہے گا، ان شاء اللہ۔

اللہ نے آدم علیہ السلام کو مسلم بنایا اور اسلام کی بنیادی شرط عقیدۂ توحید ہے۔ یعنی ایک اللہ کو رب ماننا اور خالص اسی کی عبادت کرنا۔ اس سے شرک یعنی بُت پرستی کی سخت مناہی آتی ہے۔ اسلام میں شرک سخت منع ہے، چاہے وہ کسی بھی شکل یا صورت میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ معبود صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسکے صفات کی تشبیہ کسی بھی مخلوق سے نہیں دی جاسکتی اور نہ کسی مخلوق کی مثال یا تشبیہ اللہ کی کسی صفت سے دی جاسکتی ہے۔

ایک مدت تک آدم علیہ السلام اور ان کی نسل اسی توحید کے ساتھ احکام اسلام پر زندہ رہی۔ وقت گزرتا گیا اور بنی آدم توحید پر قائم رہے، آخر کار شیطان ایک لمبی کوشش کے بعد کامیاب ہو ہی گیا۔ شیطان آدم علیہ السلام اور اسکی اولاد کا کھلا دشمن ہے اور یہ دشمنی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ جب آدم علیہ السلام مٹی کی حالت میں تھے اور روح نہیں پھونکی گئی تھی تبھی شیطان نے کہہ دیا تھا کہ یہ کھوکھلا ہے اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پائے گا، یعنی میں اِسے اور اِس کی اولاد کو گمراہ کرنے میں کامیاب رہوں گا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ نے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا تو کچھ عرصے تک یوں ہی رہنے دیا۔ ابلیس اس پتلے کے اردگرد چکر لگاتا تھا اور اس پر غور کرتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس مخلوق کے جسم کے درمیان میں پیٹ ہے تو وہ سمجھ گیا کی یہ مخلوق اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے گی۔ (احمد 12539) (یعنی خواہش نفس اور شہوت پر قابو نہ رکھ پائے گا۔)

پھر شیطان کی دشمنی حد سے بڑھی جب اللہ نے اسے مردود قرار دیا اور زمین پر اتار دیا، اور

اسے اور اسکے ماننے والوں سے جہنم بھرنے کا وعدہ فرمالیا اور شیطان نے بھی اقرار کرلیا کہ میں اس کی اولاد کو بہکاؤں گا اور گمراہ کروں گا، چنانچہ اس نے اللہ سے اس کی اجازت بھی طلب کر ڈالی، جو قیامت تک اسے مہلت کی صورت میں دے دی گئی۔ مگر اللہ کے نیک بندوں پر اس کا کوئی بس نہیں چلے گا۔

(وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ○ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ○ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ○ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ) (سورہ حجر: 42-15/35)

''اور تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک۔ کہنے لگا کہ اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں۔ فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنھیں مہلت ملی ہے۔ روز مقرر کے وقت تک کی۔ (شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں''۔

چنانچہ اولاد آدم دس صدیاں گزرنے کے بعد اور نوح علیہ السلام کے زمانہ کے آنے تک شیطان کے اسی مکروفریب کی وجہ سے دین اسلام اور توحید الٰہی سے بھٹک گئی۔

اللہ بڑا رحم کرنے والا ہے اسی لئے اس نے عہد ''الستُ بربکم'' بنی آدم سے لیا تھا (سورہ اعراف: 172) یقینا اللہ بڑی مہربانی والا ہے جو ظلم نہیں کرتا اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش پر ہے، اس میں یہ تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے''۔ (صحیح البخاری: ۷۵۵۴)

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اللہ کی رحمت کی مثال اس طرح بیان کی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ایک عورت ان میں سے اپنے بچے کو ڈھونڈتی تھی۔ جب وہ کسی بچے کو پاتی تو اسے اٹھا لیتی اور سینے سے لگا لیتی اور دودھ پلاتی۔ رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا کیا سمجھتے ہو یہ عورت اپنے بچے کو انگار میں ڈال دے گی ہم نے کہا نہیں قسم اللہ کی وہ کبھی نہیں ڈال سکے گی۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے''۔ (صحیح مسلم کتاب التوبہ)

اللہ کی رحمت کے 100/حصّے کئے جائیں تو ایک حصہ تمام مخلوقات اور 99/حصّے خاص اللہ کے پاس ہیں۔ اس ایک حصہ کا جو حصہ انسان کو عطا کیا گیا اس کی رحمت اتنی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو انگاروں پر رکھنے کی سوچ نہیں سکتا تو بھلا وہ اللہ جس نے اپنی رحمت کے 99/حصّے اپنے پاس رکھے ہیں، اور اپنی رحمت کو اپنے غصہ پر غالب کر دیا ہے، اپنے بندوں کو کیا عذاب دینا چاہے گا؟ ہرگز نہیں۔ جب تک کہ اللہ اپنے بندوں کو موقع کے بعد اور موقع نہ دے تاکہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

اور پھر اللہ کی سنت بھی نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگے۔

(وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا) (سورہ بنی اسرائیل:15)

''اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ تم پر کوئی رسول نہ بھیج دیں''۔

اس لئے اللہ نے نبی اور رسول بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا جو بنی آدم کو ایک اللہ کی عبادت اور اس کے نبیوں کی اطاعت کی طرف بلاتے رہے۔ ابن آدم جب بھی گمراہی میں مبتلا ہوا اور شیطان کی پیروی کرنے میں سرکشی کرنے لگا، تبھی اللہ نے اس قوم میں نبی پیدا کئے تاکہ اس قوم کو ڈرایا جا سکے جس سے وہ توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر کے اللہ ہی کی نازل کردہ شریعت پر لوٹ آئے اور اللہ کی رضامندی و نجات کا طلبگار بن جائے اس سلسلہ میں محمد ﷺ آخری نبی ہیں جن کو اللہ نے نبوت عطا کی اور قیامت تک قائم رہنے والی شریعت عطا کر کے رسول بنا کر بھیجا۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰/ میں اس کا ذکر اللہ نے خاتم النبیّین کے لفظ سے کیا۔ آیت کے اس ٹکڑے سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔

1: نبیوں کے سلسلے میں محمد ﷺ آخری نبی ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔

2: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں پیدا کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک عمارت تیار کی اسے خوبصورت اور کامل بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس لوگ اسے گھوم پھر کر دیکھنے لگے اور انہیں وہ عمارت خوب پسند آئی چنانچہ وہ تعجب کے انداز میں کہنے لگے کہ ہم نے اس سے بہتر عمارت دیکھی ہی نہیں، اے کاش کہ یہ جگہ خالی نہ ہوتی تو کیا خوب ہوتا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں (یعنی میرے آنے سے وہ خالی جگہ بھی پر ہوگئی)۔(صحیح البخاری: ۳۵۳۴،صحیح مسلم: ۲۲۸۶)

یعنی نبوت کے سلسلے میں بس ایک نبی کی جگہ باقی بچی تھی جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کر کے اور نبوت عطا کر کے پوری کر دی اب اور کسی اینٹ کی جگہ باقی نہیں بچی۔ لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد اب اور کوئی دوسرا نبی نہیں۔ اس بارے میں کسی بھی شخص کا نبوت کا دعویٰ کرنا سراسر جھوٹ اور گمراہ کن ہے اور آیت سے مختلف معنی لینا بھی غلط اور باطل ہے۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ سورۃ الاعراف 158 ر میں اللہ نے پورے انسانوں کو خطاب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو بیان کیا ہے۔

(قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا)

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں خاص کر قریش، عرب، یا صرف مسلمان سے خطاب نہیں کیا، بلکہ اے لوگو! کہہ کر بنی آدم اور پوری انسانیت کو خطاب کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ چاہے یہودی ہو، نصرانی ہو یا مسلمان ہو یا مجوسی یا مشرک ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اب ہر گروہ، قوم یا شخص پر واجب ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، ان پر نازل کردہ شریعت دین اسلام کو تسلیم کرے اور اتباع کرے اور ایسا نہ کرنے والے کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص میرے متعلق سنے خواہ وہ میرا امتی ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا''۔(احمد 19536)

اب جب قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قوم و انسان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے اور کسی کو اختیار نہیں کہ اب کسی دوسرے نبی کی اطاعت کرے، تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اللہ کے نزدیک شریعت اسلامیہ ہی مقبول ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی، چاہے وہ قرآن کی شکل میں ہو یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ جبکہ سنت صحیح احادیث سے ثابت ہو، اور اس کا ذکر اللہ نے سورہ مائدہ آیت نمبر 3 / میں کر دیا ہے۔

(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)

''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ میں تمہیں ایک چیز دیئے جا رہا ہوں اگر اللہ کی کتاب کے ساتھ عمل اختیار کرو گے تو پھر اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ (ابوداؤد: 1905)

4: قیامت تک شریعت اسلامیہ ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ کوئی قانون یا دستور اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔ اگر انسان کو آخرت کی کامیابی چاہیئے تو وہ اپنا ہر عمل دین اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق کرے اور گمراہی اور گناہ سے خود کو بچائے۔

نبوت کے متعلق روایات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

(رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ) (سورہ غافر: 15)

''بلند درجوں والا عرش کا مالک (اللہ) وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے''۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے

رسول! نبوت آپ کے لئے کب واجب کی گئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی:3609، احمد:16740)

اب دیکھیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا فیصلہ ہو چکا۔ آپ پر دین اسلام یعنی قرآن وحکمت (سنت نبوی) کا نزول ہونا طے پا چکا، اللہ ہر امر پر قادر ہے ہر امر اسی کی طرف لوٹتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔ نزول وحی کا کام حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سونپ دیا گیا۔ اب کسی فرقہ یا کسی شخص کا یہ کہنا کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوائے کسی اور شخص کو عطا ہونی تھی اور جبرائیل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی جو وحی کا نزول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کر دیا اور آپ کو نبوت عطا کر دی۔ ایسی بات ایک کم عقل انسان بھی نہیں کہہ سکتا اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ اور اللہ پر اور جبرائیل علیہ السلام پر کھلا بہتان ہے۔ آپ کی پیدائش اور نبوت کی بشارت اور پیشینگوئیاں یہودی، عیسائی، ہندو اور دیگر مذہب کی کتابوں میں بھی آئی ہیں، جن کو اکثر عالموں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اس موضوع پر یہاں ایک روایت پر غور فرمایئے:

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں اللہ کے نزدیک اس وقت سے خاتم النبیین ہوں' جب کہ آدم علیہ السلام ابھی گارے میں ہی ڈھلے ہوئے تھے اور میں تمہیں اس کی ابتداء بتاتا ہوں؛ میں اپنے جد امجد (باپ) ابراہیم علیہ السلام کی دعاء، عیسی علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا، اور تمام انبیاء کی مائیں اسی طرح خواب دیکھتی تھیں''۔ (مسند احمد:17150)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی والدہ کے شکم (پیٹ) میں تھے تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک روشنی نکلی جس نے شام (سیریا) کے تمام محلات روشن کر دیئے۔ (مسند احمد: 17151)

اس میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے جو آپ نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت کی تھی:

(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) (سورہ بقرہ:129)

''اے ہمارے رب ان میں انھیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے،

انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے''۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سورہ صف میں اس طرح ہے:

(وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ) (سورۃ صف:6)

''اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوش خبری سنانے والا ہوں جس کا نام احمد ہے''۔

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے لئے چن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش بھی سب سے افضل زمانہ میں کی گئی۔ اور وہ بھی سب سے افضل قبیلہ کے سب سے افضل گھرانے میں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے بنی آدم کے سب سے بہترین زمانے میں منتقل کیا جاتا رہا ہے یہاں تک کہ مجھے اس زمانے میں مبعوث کر دیا گیا''۔ (احمد 8844، صحیحہ:3788)

عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نسب سے میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے اس طرح نسبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو جب پیدا کیا تو مجھے سب سے بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہترین حصہ میں رکھا۔ پھر انھیں قبیلوں میں تقسیم کیا اور مجھے سب سے افضل قبیلے میں رکھا پھر انھیں خاندانوں میں تقسیم کیا اور مجھے سب سے بہترین گھرانے میں رکھا اور میں گھرانے اور اصل کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔ (مسند احمد:17658)

نبوت کی نشانیاں، پیدائش سے پہلے

ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں بیہقی اور دوسری روایات کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ جب عبد المطلب زم زم کی رسم نظر کی ادائیگی کے بعد اپنے بیٹے عبد اللہ کا ہاتھ پکڑ کر واپس جا رہے تھے تو راستے میں فاطمہ کاہنہ ملی جو عبد اللہ سے شادی کرنے کی بہت خواہش مند تھی۔ کیونکہ اس نے عبد اللہ کے چہرے پر نور دیکھا تھا۔ ایسے ہی ایک دوسری عورت ام قتال بھی عبد اللہ سے شادی کرنے کی خواہش کرتی رہی کیونکہ اس نے بھی دیکھا تھا کہ عبد اللہ کا چہرہ نور

سے چاند کی طرح چمکتا تھا اور اس کا بھائی ورقہ بن نوفل اپنی کتاب میں پڑھتا تھا کہ اس قوم میں ایک عظیم المرتبت نبی پیدا ہوگا۔

آخر میں عبداللہ کی شادی عبدالمطلب نے آمنہ سے کرادی۔ کہتے ہیں کہ شادی کے بعد عبداللہ کی پیشانی جس نور سے چاند کی طرح چمکتی تھی وہ نور عبداللہ کی پیشانی سے آمنہ کے شکم میں منتقل ہوگیا تھا۔ آمنہ کو عبداللہ سے حمل ٹھہر گیا تھا اور محمد ﷺ ان کے شکم سے ولادت پانے والے تھے، تبھی آمنہ نے وہ خواب بھی دیکھا تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

آپ کی پیدائش کے وقت آمنہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام (سیریا) کے محلات روشن ہو گئے۔ (احمد:17281)

نبی ﷺ کی ولادت کے وقت کسریٰ (ایران) کے محل میں سخت زلزلہ آیا اور اس کے محل کے 14 ر گنبد ٹوٹ کر گر گئے، اور محل کے آتش کدہ کی آگ یکایک بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے کبھی نہیں بجھی تھی۔ (البدایہ والنہایہ)

پیدائش کے اگلے دن مکہ کے ایک تاجر یہودی نے کہا کہ آج بنی اسرائیل سے نبوت کا سلسلہ تمہاری قوم میں منتقل ہوگیا۔ اسی طرح مدینہ کے ایک یہودی نے بھی یہودیوں سے کہا کہ کل رات آسمان پر جو ستارہ طلوع ہوا اس سے مجھے معلوم ہوا کہ احمد نام کا ایک بچہ آج رات کو مکہ میں پیدا ہوگیا، جو آگے چل کر نبی ہوگا۔ ان کی اطاعت تم پر فرض ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

نبوت کی نشانیاں، پیدائش کے بعد

حلیمہ بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں معزز اور شریف خاندانوں میں کئی بچوں کی پیدائش کا پتہ چلا تو بنی سعد کی دس عورتیں چلیں اور جتنا ممکن تھا اتنی جلدی گھر گھر جا کر دودھ پلانے کے لئے بچے لینے لگیں۔ میرا گدھا کمزور اور سست تھا جس کی وجہ سے میں پیچھے رہ گئی اور صرف ایک یتیم بچہ بچا۔ جو اتنا خوبصورت تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت کوئی بچہ نہیں دیکھا۔ وہ جب میرے پاس آیا اور میرے سینے سے لگا تو مجھے اتنا سکون ملا جس کو بیان کرنا مشکل ہے۔ میری گود میں آنے پر قطعی نہیں رویا۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ میرا مریل سا گدھا جس نے آتے

وقت بڑی سستی دکھائی تھی اب اتنا تیز چل رہا تھا کہ ساتھی عورتیں کہہ رہی تھیں کہ حلیمہ تیرا گدھا تو اب ہوا سے باتیں کررہا ہے۔

حلیمہ نے گھر پہنچ کر اپنے شوہر حارث بن عبدالعزی کو سارا قصہ سنایا۔ وہ اس بچے کو دیکھ کر بولا کہ یہ تو کوئی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شیر خوارگی کی بہت سی باتوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی تھی کہ حلیمہ کی چھاتیوں میں اتنا دودھ اتر آیا تھا کہ جس کا اس سے پہلے اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلیمہ کے گھر پہنچے تو ان کی بکریوں نے اتنا دودھ دینا شروع کردیا جو کسی معجزہ سے کم نہیں تھا۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت اور رسالت کے لئے منتخب فرمالیا تھا لیکن آپ کو نبوت عطا کرنے سے پہلے ہی آپ کی زندگی میں ایسے واقعات ظہور پذیر ہونے لگے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کردیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف 12 / سال تھی اور آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ تجارت کے لئے مکہ سے شام جارہے تھے۔ بحیرہ راہب نے یہ دیکھ کر کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو گرجا کے اندر لے گیا اور بہت عزت واکرام کیا۔

جامع ترمذی کی ایک حدیث میں ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت کے لئے شام کی طرف نکلے اور جب بحیرہ راہب کے پاس پہنچے تو وہ اپنے گرجا سے نکلا اور ان کے پاس آیا، جبکہ پہلے کبھی وہ ایسے نہیں آتا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہا یہ سارے جہاں والوں کا رسول ہے۔ جب قافلہ کے لوگوں نے معلوم کیا کہ تم کیسے جانتے ہو؟ تو راہب نے کہا کہ جب تم اس ٹیلے سے اتر رہے تھے تو ہر پیڑ اور پتھر سجدہ کر رہا تھا، جبکہ یہ دونوں سجدہ نہیں کرتے سوائے نبی کا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں پہچانتا ہوں ان کو مہر نبوت سے جو ان کے کندھے کے نیچے سیب کی مانند ہے۔ راہب نے سب کو کھانے پر بلایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی، تو راہب دیکھتا ہے کہ ایک بادل کا ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ (ترمذی:3620)

ایسے ہی ایک روایت ابن اسحاق کے حوالے سے ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں نقل

کرتے ہیں کہ جب خدیجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت، دیانت اور خوش اخلاقی کی شہرت سنی تو اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ آپ کو اپنا مال شام لے جا کر فروخت کرنے کی پیشکش کی۔ میسرہ کہتے ہیں کہ سفر میں شدت کی گرمی پڑ رہی تھی اور اس نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر ایک بادل پورے سفر کے دوران سایہ کئے ہوئے ہے۔

یہ چند واقعات ہیں، آپ کی نبوت کی علامات کے جو پیدائش سے پہلے اور بعد میں بچپن میں ہی نبوت عطا ہونے سے پہلے ظہور پذیر ہوئے۔

اب دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور محبوب بندے کو نبوت اور رسالت کے لئے منتخب کرنے کے بعد اس کو تیار کیسے کیا۔ آپ کے سینے سے کینہ، نفرت نکال دی گئی اور سکینہ اور خوش اخلاقی بھر دی گئی۔ اس سلسلے میں روایات کئی آئی ہیں مگر یہاں مسند احمد کی ایک روایت نقل کی جا رہی ہے جس میں کئی باتیں غور کرنے لائق ہیں۔

عتبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ابتداء میں آپ کے ساتھ کیا احوال پیش آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دودھ پلانے والی عورت کا تعلق بنی سعد سے تھا۔ ایک دن میں ان کے بیٹے کے ساتھ بکریوں میں چلا گیا۔ ہم نے اپنے ساتھ توشہ بھی نہیں لیا تھا اس لئے میں نے کہا کہ بھائی! والدہ کے پاس جا کر توشہ لے آؤ۔ وہ چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رُکا رہا۔ اسی دوران گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے ہاں میں جواب دیا تو تیزی سے دونوں میری طرف بڑھے اور مجھے چت لٹایا اور میرے پیٹ کو چاک کیا اور پھر میرے دل کو نکال کر اسے چیرا پھر اس میں سے خون کے دو جمے ہوئے ٹکڑے نکالے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس ٹھنڈا پانی لے کر آؤ اور انھوں نے اس سے میرا پیٹ دھویا، پھر اس نے برف کا پانی منگایا اور اس سے میرے دل کو دھویا پھر سکینہ منگوایا پھر اسے میرے دل میں بکھیر دیا۔ پھر دوسرے سے کہا کہ اب اسے سل دو۔ چنانچہ اس نے سلائی کر دی اور مہر نبوت لگا دی۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ایک پلڑے میں انھیں رکھو اور دوسرے پلڑے میں ان کی امت کے ہزار امتیوں کو رکھو۔ اچانک مجھے میرے اوپر ایک ہزار آدمی نظر

آئے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر نہ گر جائیں۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اگر ان کی ساری امت سے بھی ان کا وزن کیا جائے تو بھی انھیں کا پلڑا جھکے گا۔ پھر وہ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور مجھ پر شدید خوف طاری ہوگیا۔ میں اپنی رضاعی والدہ کے پاس آیا اور انھیں اپنے ساتھ ہونے والے واقعے کو بتایا جسے سن کر وہ ڈر گئیں کہ کہیں مجھ پر کسی چیز کا اثر تو نہیں ہوگیا اور کہنے لگیں کہ میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر انھوں نے اپنا اونٹ تیار کیا، مجھے اس پر بٹھایا اور میرے پیچھے سوار ہوئیں اور ہم سفر کر کے اپنی والدہ کے پاس آ گئے۔ انھوں نے میری والدہ سے کہا کہ میں آپ کی امانت اور ذمہ داری ادا کرنا چاہتی ہوں۔ پھر انھوں نے میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کیا لیکن میری ماں اس سے مرعوب نہیں ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے آپ سے ایک نور نکلتے ہوئے دیکھا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (احمد:17648، دیکھئے الصحیحہ للالبانی:373)

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اچھی پرورش فرمائی اور بہترین ادب سکھایا اور علم سے نوازا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمدہ اخلاق اور امانت کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہوئے' کہ اسی وجہ سے قریش انھیں صادق اور امین کے لقب سے پکارتے رہے۔

نبوت کے ملنے اور وحی کے نزول سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلوت (اکیلا پن) پسند ہونے لگی تو آپ غارِ حرا میں کئی کئی دن رات اکیلے رب کی عبادت بجالاتے۔

جب آپ کی عمر 40 ر سال کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کی۔ تبھی سے نزول قرآن (وحی) کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی طرف بلانے اور بتوں کی عبادت چھوڑنے کی دعوت دینا شروع کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت وتبلیغ کی خبر عام ہوگئی، جس کی خبر انسانوں، جن، اور جانوروں تک پھیل گئی۔ اس بارے میں چند روایات پیش ہیں۔

نبوت کے بعد پیش آنے والی علامات

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص گائے کا

بچھڑا لے کر آیا اور اس کو ذبح کیا۔ اس کے اندر سے ایسی زور کی آواز نکلی کہ ایسی زور کی آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی۔ وہ آواز یہ تھی؛ ارے دشمن ایک بات بتلاتا ہوں جس سے مراد مل جائے۔ ایک شیخ کہہ رہا ہے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" یہ سن کر لوگ چونک گئے، پھر دوبارہ یہی اواز آئی-------- اور لوگ کہنے لگے کہ یہ نبی ہے۔ (اللہ کے رسول) (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ)

ایک دوسری حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ہمیں سب سے پہلے جو خبر ملی تھی وہ یہ تھی کہ ایک عورت کا کوئی جن تابع تھا۔ وہ ایک بار اس کے پاس ایک پرندہ کی شکل میں آیا اور ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے اس سے کہا کہ تم نیچے کیوں نہیں آتے کہ تم ہمیں اپنی خبر دو اور ہم تمہیں اپنی خبر دیں۔ اس نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جس نے ہم پر بدکاری کو حرام قرار دے دیا ہے اور ہمیں اس طرح جہاد سے فرار اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ (احمد:14835)

ایک دوسری حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ کر لے گیا۔ چرواہا اس کی تلاش میں نکلا اور اسے پکڑ لیا۔ وہ بھیڑیا اپنی دم کے بل بیٹھ کر کہنے لگا کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ تم نے مجھ سے میرا رزق چھین لیا جو اللہ نے مجھے دیا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے۔ وہ بھیڑیا کہنے لگا کہ میں تم کو اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یثرب (مدینہ) میں لوگوں کو ماضی کی خبریں بتا رہے ہیں۔ (احمد:11814)

ایک دوسری حدیث معن سے مروی ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ انھوں نے کہا میں نے مسروق سے پوچھا جس رات جنوں نے قرآن آ کر سنا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر کس نے دی؟ انھوں نے کہا مجھ سے تمہارے باپ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنوں کے آنے کی خبر ایک درخت نے دی۔ (صحیح مسلم:450)

ایک حدیث میں ایک صحابی سے روایت ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا کہ جا ان کھجور کے دو درختوں

کے پاس اور ان سے کہہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو حکم کرتے ہیں کہ تم دونوں ایک جگہ ہو جاؤ۔ وہ دونوں ایک جگہ اکٹھا ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ جا ان کے پاس اور کہہ کہ دونوں اپنی جگہ لوٹ جائیں۔ تو میں نے ان سے کہا اور وہ لوٹ گئے۔ (سنن ماجہ:339)

ابن کثیر رحمہ اللہ ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ نبوت سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ کے اطراف یا کسی وادی سے گزرتے تو وہاں کے شجر و حجر (پیڑ اور پتھر) سے آواز آتی ''السلام علیکم یارسول اللہ!۔ (البدایہ والنہایہ غار حرا کا وقوع)

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ میں ایک پتھر ہے جو مجھ پر بعثت سے قبل سلام کرتا تھا۔ اور میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔ (ترمذی:3624)

ایسی ہی ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا کہ میں کیسے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اگر اس کھجور کی شاخ کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں رسول ہوں، تب تو جانے گا؟ پھر بلایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور وہ کھجور کے پیڑ سے اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے گر پڑی اور پھر فرمایا کہ لوٹ جا اور وہ واپس چلی گئی۔ بس وہ دیہاتی اسلام لے آیا۔ (ترمذی:3628)

نبوت کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے کٹے تنے سے ٹیک (سہارا) لگا کر خطبہ دیا کرتے۔ کھجور کے پیڑ کا یہ تنا مسجد نبوی میں تھا۔ بعد میں ایک صحابیہ نے اپنے غلام سے لکڑی کا ایک ممبر بنوا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر دیا اور پھر آپ اس ممبر سے خطبہ دیتے اور اس کھجور کے تنے کا سہارا نہ لیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جدائی کو دیکھ کر وہ تنا اونٹ کے بچے کی طرح رویا۔ جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیر کر نہ چپ کرایا اور پھر وہ چپ ہو گیا۔ (دیکھئے: ترمذی کی حدیث:3627، جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں)۔

ایسے بے شمار واقعات سیرت اور احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں جو نبوت کی کھلی دلیل ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کئی معجزات ظاہر فرمائے اور مستقبل میں پیش آنے والی بے شمار غیبی اُمور کی پیشین گوئیاں آپ کی زبان مبارک سے کرائیں۔ ان

میں کچھ معجزات کا ذکر نیچے کیا جا رہا ہے۔ آخر میں کچھ پیشین گوئیاں نقل کی جائیں گی۔

معجزات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے لئے منتخب کرلیا جبکہ آپ کی پرورش ایک یتیم بچے کی طرح ہوئی۔ آپ نہ لکھنا اور نہ ہی پڑھنا جانتے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام جو ایک فرشتہ ہیں اور جن کو تمام یہودی وعیسائی جانتے تھے، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعۂ وحی (قرآن) عطا کی۔ جس میں آپ پر ہونے والے غیر معمولی اثرات موجود تھے اور جس میں وحی کی شدت بھی شامل تھی۔

اللہ نے معجزات کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی، آپ نے لوگوں کو پکارا اور دین کی دعوت دی۔ ان معجزات میں سب سے عظیم اور اہم معجزات؛ نزولِ قرآن، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور اسراو معراج کا سفر شامل ہیں۔ جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں خود نازل کر دیا تاکہ کسی کو ان پر کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول مان کر ان کی دعوتِ توحید کو لبیک کہیں اور تسلیم کرلیں۔

معجزۂ قرآن

قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے۔ جس کے ایک حصہ کو پوری قوم انسانیت اور جنات نہیں بنا سکتی، چاہے وہ سب ایک ساتھ مل کر بھی اس کام کو کرنا چاہیں۔

سورہ اسراء کی آیت (88) میں اللہ نے فرمایا ہے:

(قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا)

’’کہہ دیجئے اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے، چاہے وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر شک کرنے والوں کو چیلنج بھی دے دیا جس کو قیامت تک کر پانا کسی کی

طاقت اور بس میں نہیں۔

(وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَ كُمْ مِّنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) (البقرة:۲۳)

''ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اُتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اپنے مددگاروں کو بھی بلا لاؤ''۔

قرآن 1400 سال پہلے بھی ایک عظیم معجزہ تھا، اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ جو اس کے شاندار انداز، غیب کی معلومات، اللہ کے وعدوں کی تکمیل اور اس کے قوانین (احکام) کی عظمت سے ثابت ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ احکام ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے مناسب ہیں۔

(وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ○ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ○ وَقَالُوا لَوْ لَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) (العنکبوت: ۴۸-۵۱)

''اس سے پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے۔ بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیتوں کا منکر سوائے ظالموں کے اور کوئی نہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس پر کچھ نشانیاں (معجزات) اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو سب اللہ کے پاس ہیں۔ میں تو صرف کھلم کھلا آگاہ کر دینے والا ہوں۔ کیا انھیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرما دی جو ان پر پڑھی جا رہی ہے۔ اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان والے ہیں''۔

قرآن کا ایک معجزہ ہونے کی بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمائی ہے، جس کی تصدیق صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کو کچھ معجزے ایسے دیئے گئے جن پر بشر (انسان) کو ایمان نصیب ہوا یا وہ ایمان لایا۔ اور مجھ کو (بڑا) معجزہ جو دیا گیا وہ یہی قرآن ہے جس کو اللہ نے مجھ پر وحی کی صورت میں نازل فرمایا ہے۔ اس لئے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے تعداد میں بہت ہوں گے۔ (صحیح بخاری)

چاند کا پھٹ جانا

چاند کا پھٹ جانا بھی ایک معجزہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ قمر میں فرمایا ہے:

(اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ) (القمر:۱)

''گھڑی قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا''۔

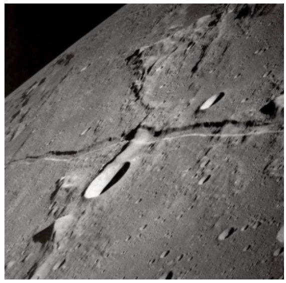
اس آیت میں جس چاند کے پھٹ جانے کا ذکر ہے وہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا ہے جو متواتر احادیث میں صحت کے ساتھ مروی ہے۔ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا جس پر چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور لوگوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم گواہ رہنا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے۔ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف رہا اور دوسرا اس طرف چلا گیا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو۔ (صحیح مسلم باب شق القمر)

یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں تھے اور عصر کے بعد کا وقت تھا۔ ان احادیث کو امام بخاری رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ، احمد، ابو داؤد، ترمذی اور دیگر محدثوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔

اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے لیکن سمجھ دار لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ کچھ نے کہا اب جو لوگ سفر سے لوٹ کر آئیں تو دریافت کرنا کہ کیا انھوں نے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا؟ چنانچہ جب وہ آئے تو

ان سے پوچھا اور انھوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ فلاں رات ہم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قمر)



اس کی جانکاری ہندوستان کے مالا بار کے تاریخ (History) کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ مالا بار کے ایک راجہ نے اس واقعہ کو دیکھا اور تصدیق کی ہے۔

طبرانی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عکرمہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ دنیا کے کئی حصوں میں نظر نہیں آیا لیکن دوسرے کئی حصوں میں نظر آیا جن میں ہند بھی شامل ہے۔ (البدایہ والنہایہ شق القمر)

Wikipedia نے لکھا ہے کہ Appollo-10 جو مشن چاند پر 1969 میں بھیجی گئی تھی اس کی ایک تصویر (Photographs) میں چاند کی سطح پر ایک لمبی درار صاف دکھائی دے رہی تھی۔ جس کی لمبائی .300 km سے زیادہ ہے۔

اسراو معراج

یہ واقعہ بھی ہجرت سے پہلے کا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دِکھانے کے لئے آسمان کی سیر کرائی۔ جس دوران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلا (Space) اور اس کی بناوٹ سے لے کر نبیوں سے ملاقات اور جنت اور جہنم کا مشاہدہ کیا۔ جنت کی نعمتیں اور جہنم کے عذاب کی چند مثالیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے کچھ احکام دیئے اور امت کی بخشش کی خوشخبری بھی سنائی' بشرطیکہ وہ شرک نہ کئے ہوں۔ (ترمذی:3276)

اس سفر کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمایا:

(سُبۡحَانَ الَّذِیۡ أَسۡرَى بِعَبۡدِهِ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ إِلَى الۡمَسۡجِدِ الأَقۡصَى الَّذِیۡ بَارَكۡنَا حَوۡلَهُ لِنُرِیَهُ مِنۡ آیَاتِنَا إِنَّهُ هُوَالسَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ) (بنی اسرائیل:۱)

''پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے''۔

یہ ایک بڑا معجزہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع بدن (Physical & awake) ہوش وہواس کے ساتھ بذریعۂ براق کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا، وہاں براق کو ایک پتھر سے باندھ دیا گیا، پھر سات آسمانوں پر لے جائے گئے۔

یہ پورا سفر رات کے ایک حصہ میں پورا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبح ہونے سے پہلے کعبہ میں واپس پہنچا دیا گیا۔ جب اس کا ذکر آپ نے لوگوں سے کیا تو انھوں نے آپ کو جھٹلایا۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی کچھ لوگوں نے اس کو ثابت کرنے کے لئے بیت المقدس کی نشانیاں اور اس کے نقشہ کو بتانے کا مطالبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر ڈالا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پوری جانکاری قریش کے ان لوگوں کو سنادی۔ (البدایہ والنہایہ، معراج کا واقعہ)

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قریش نے میرے بیت المقدس کی سیر کرنے کی تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر انھیں اس کی علامات بتانے لگا۔ (احمد: 15099)

مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنی سچائی کی کوئی نشانی بھی پیش کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے راستے میں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا ہے ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و کالا رنگ کے دو بورے (Bags) ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر بدکا اور چکر کھا کر گر پڑا اور

اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ قافلہ کے کچھ لوگوں نے آپ کی آواز بھی پہچان لی، ان کا ایک اونٹ گم بھی ہوگیا تھا اور اب قافلہ فلاں جگہ پر اتنے دن کے فاصلے پر ہے۔ پھر جب وہ قافلہ واپس آیا تو اس سے پوچھا۔ اس نے اس کی تصدیق کی۔ (ابن کثیر: 17/1)

اس معجزہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ((سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہُ لِنُرِیَہُ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّہُ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ)) (بنی اسرائیل:۱) ارشاد فرما کر خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج جسمانی (Physical & awake) کی حقیقت بیان فرمادی ہے۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر یہ صرف خواب میں ہوتا یا صرف روحانی (Spritual) طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی ہوتی تو قریش کو اس کی تکذیب کی کیا ضرورت تھی؟

دوسرے اس کا ذکر کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں کہ اس کو بیان کرنے سے پہلے اللہ اپنی پاکیزگی بیان کرے۔

پھر قافلہ کے واقعہ کی صداقت اور آپ کی آواز پہچاننے کی بات اس کی جسمانی حقیقت کی گواہی دیتا ہے، ساتھ ہی پادری کا اقرار اور پتھر کا سوراخ جو براق کو باندھنے کے لئے کیا گیا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی جانب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں بھی کئی نشانیاں دکھائی گئیں، لیکن علماء امت نے ان کو لفظ معراج سے تعبیر نہیں کیا ہے۔

یہ تین بڑے عظیم اور اہم معجزے آپ کی نبوت کی دلیل ہیں، ان سے سیرت واحادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ زیادہ جانکاری کے لئے دلچسپی رکھنے والے ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا دور آجکل کی فراغتی کے دور جیسا نہ تھا۔ اس زمانے میں کھانا، پینا، لباس اور دوسری ضروریات کی چیزوں کی قلت تھی اوڑھنے پہننے کو ایک چادر ہی میسر ہوتی تھی، کبھی صحابہ رضی اللہ عنہ جہاد کے سفر میں ہوتے کہ کھانے کی کمی ہوجاتی اور دن بھر میں ہر آدمی کو ایک ایک کھجور پر گزارہ کرنا پڑتا۔ (ترمذی:2475)

ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتوں سے جو معجزے پیش آئے، ان میں سے چند

واقعات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خندق کا واقعہ ہے، کھانے کی قلت ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ بھوک سے لگ گیا، میں گھر آیا اور بیوی سے معلوم کیا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک ساع (2.5 Kg.) جو (Barley) تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے گیا اور پھر آپ نے پکار کر کہا کہ خندق والو! جابر کے یہاں تمہاری دعوت ہے۔ اور جابر سے فرمایا جب تک میں نہ آؤں ہانڈی چولہے سے نہ اُتارنا اور آٹے کی روٹی نہ بنانا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آٹے پر برکت کی دعا کی اور پھر ہانڈی کی طرف گئے اس پر بھی برکت کی دعا کی۔ یہ کھانا 1000 ہزار آدمیوں نے کھایا اور آخر میں ہانڈی کا وہی حال تھا کہ بھری ہوئی جوش مار رہی تھی اور آٹے کی بھی یہی کیفیت تھی کہ روٹیاں بن رہی تھیں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سفر میں کھانے کی قلت ہوئی اور ہم نے سواریوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنے بچے ہوئے راشن کو اکٹھا کریں۔ جس کو ہم نے بھر پیٹ کھایا اور اپنے برتن بھر لئے اور ہم 1400 ر تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی مانگا تو ایک شخص ڈول میں ذرا سا پانی لایا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑے میں ڈال دیا۔ ہم سب لوگوں نے اس سے وضو کیا۔ (صحیح مسلم کتاب ایمان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عقبہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا اے لڑکے! کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! لیکن میں اس پر امین ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی ایسی بکری تمہارے پاس ہے جس کی جفتی نہ ہوئی ہو؟ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسی بکری لے کر آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس میں دودھ اُتر آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن میں دوہا اور خود پیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا۔ پھر تھن سے مخاطب ہوکر فرمایا سکڑ جا، چنانچہ تھن دوبارہ سکڑ گئے۔ (احمد:3598)

امام ترمذی رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی سنن میں سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صبح سے شام تک ایک کنڈی (پیالہ) میں کھاتے رہے۔ 10 / آدمی کھا کر اٹھتے تو دوسرے 10 / آدمی بیٹھ جاتے۔ سمرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اس کنڈی میں کھانا ڈالا جاتا؟ انھوں نے کہا تم تعجب کیوں کرتے ہو؟ اس میں کہیں سے بڑھایا نہیں جاتا تھا مگر وہاں سے، اور اشارہ کیا ہاتھ سے آسمان کی طرف۔ (ترمذی:3625)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان شا اللہ تم کل چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے۔ تم میں سے کوئی اس کا پانی نہ چھوئے جب تک میں نہ آؤں۔ ہم چشمے پر پہنچے، دو شخص پہلے پہنچ چکے تھے، اس میں تھوڑا سا پانی چمک رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں شخص سے پوچھا کیا چھوا تم نے اس کا پانی۔ کہا ہاں! سو آپ ان دونوں پر سخت خفا ہو گئے۔ پھر لوگوں نے چشمہ کا پانی چلّو سے نکال کر ایک برتن میں اکٹھا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا منہ اور ہاتھ دونوں اس میں دھو کر وہ پانی پھر اس چشمے میں ڈال دیا، بس چشمہ خوب بھر کر بہنے لگا، لوگوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! اگر تیری زندگی زیادہ ہو تو تو دیکھے گا یہ پانی بھر دے گا باغوں کو۔ (مؤطا مالک:322)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے کے پاس تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا، آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا اور پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹنے لگا اور سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم 300 / رہے ہوں گے۔ (بخاری، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات، مسند شافعی:16)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ کے کنوے کا سب پانی کھینچ لیا، ہم 1400 / آدمی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنوے کی منڈیر پر بیٹھے اور ذرا سا پانی منگایا اور کلی کی اور اس کنوے میں ڈال دی تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ کنوے میں پانی پانی ہو گیا۔ ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور ہمارے اونٹ بھی سیر ہو گئے۔ (بخاری، معجزات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر کے دن علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ دکھ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کو بلاؤ، وہ آئے اور آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب لگا دیا۔ وہ اسی وقت اچھے

ہو گئے۔(بخاری، کتاب جہاد)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں رافع کے قتل کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس میں ہے کہ عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ کی پنڈلی سیڑھی سے گر کر ٹوٹ گئی۔صبح کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے، آپ نے فرمایا: ذرا اپنا پاؤں پھیلاؤ، میں نے پھیلایا۔آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے اس ٹانگ پر کوئی صدمہ ہی نہیں ہوا۔(بخاری، کتاب الغازی)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ کسی انصاری کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جو بدک گیا اور کام نہیں کرتا تھا۔وہ انصاری صحابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ساتھ گئے اور دیکھا کہ اونٹ ایک باغ کے کونے میں ہے، جب اونٹ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گر پڑا (سجدے میں) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کی پیشانی سے پکڑا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ فرمانبردار ہو گیا۔(مسند احمد: 12641)

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن ہم ایک بھری ہوئی وادی (ندی) سے گزرے۔ہم نے اندازہ لگایا تو وہ 14/ آدمیوں کے قد کے برابر تھی۔صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وادی ہمارے آگے ہے اور دشمن پیچھے ہے۔بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور گھوڑوں نے وادی کو پار کیا اور ان کی دم اور اونٹوں کے پاؤں نظر نہ آتے تھے۔(البدایہ والنہایہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبیوں کے معجزات)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا پر کھڑے تھے، آپ کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔اس دوران پہاڑ کی ایک چٹان ہلنے لگی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا رُک جا، تجھ پر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے اور کوئی نہیں۔(احمد: 9430)

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ پانچوں صحابی شہید ہوئے، یہ سب نبوت کی دلیلوں میں سے ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ اتری۔جب اس آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ پر پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ

کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب نہ دیا، میں نے تین بار یہی پوچھا۔ اس وقت ہم لوگوں کے ساتھ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا، پھر فرمایا اگر ایمان ثریا (ستارہ) پر ہوتا تب بھی ان لوگوں میں سے کئی آدمی اس تک پہنچ جاتے۔ (بخاری، کتاب تفسیر)

اللہ تعالیٰ نے کئی محدث سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے علاقہ یا اس کے اطراف کے علاقوں سے اٹھائے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 23/سالہ نبوت کے حالات اور سنت مطہرہ کو اپنی احادیث اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ کیا، جس سے پوری انسانیت تاقیامت رہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔ ایسے کئی سارے واقعات نقل کئے جاسکتے ہیں جن سے آپ کے نبی برحق ہونے کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اور ہو بھی کیوں نہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود نازل فرمادیا کہ میرے نبی اپنی خواہش سے کچھ بھی بات نہیں کہتے، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (دیکھئے: احمد:6802)

ابوحمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جبکہ ہم تبوک پہنچے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کی رات زور کی آندھی چلے گی تو کوئی کھڑا نہ ہونا اور جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اس کو مضبوطی سے باندھ لے۔ پھر ایسا ہی ہوا زور کی آندھی چلی۔ ایک شخص کھڑا ہوا، اس کو ہوا اُڑا لے گئی اور دو پہاڑوں کے بیچ ڈال دیا۔ (مسلم کتاب فضائل)

خیبر میں ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی، جس میں زہر ملا ہوا تھا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اسے کھانے لگے، پھر آپ نے فرمایا کھانے سے ہاتھ روک لو کیونکہ اس بکری نے مجھے بتایا ہے کہ اس میں زہر ہے۔ (ابوداؤد:4512)

یہ چند روایات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں نقل کی گئی ہیں، جبکہ ان کا ذخیرہ بہت وسیع ہے۔ ایسے بہت سارے واقعات آپ کی حیات مبارکہ میں پیش آئے، جو آپ کی نبوت کی دلیلیں تھیں، یہ سب اللہ تعالیٰ نے اس لئے دکھائے تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول مان کر آپ کی تبلیغ کو تسلیم کر کے اللہ کی توحید پر جم جائیں، کچھ معجزات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل قرآن کی آیات کی تصدیق سے بھی دیکھتے ہیں۔

سائنس کے انکشافات

(Scientific Miracles)

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور اس کی حکمت کا علم صرف اسی اللہ کو ہے جو ہر چیز کو محیط ہے اور کوئی انسان اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا، سوائے اس کے جو وہ (اللہ) چاہے۔ سمجھ میں یہی آتا ہے (واللہ اعلم) کہ قرآن کا مقصد بنی آدم کو سائنس یا حساب جیسا علم سکھانا نہیں تھا۔ بلکہ جو بھی آیات اس طرح کی اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں نازل فرمائی ان کا مقصد صرف اللہ کی مخلوق (Creation) میں غور و فکر کر کے اس کی ذات پر، جیسا اس کا حق ہے، ویسا ایمان لانا ہے تا کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی اور فلاح نصیب کرے۔

ایسی ہی چند آیات کو یہاں نقل کرنے کی کوشش ہو گی جن پر آج کے سائنس داں بھی حیران ہوتے ہیں، اور بسا اوقات ان ہی سے متاثر ہو کر نئی کھوج کرنے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات کو کھڑے ہوئے اور فرمایا، عائشہ! مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو۔ میں نے کہا بخدا میں آپ کی قربت کو پسند کرتی ہوں لیکن وہ چیز بھی پسند ہے جو آپ کو خوش کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے، وضو کیا اور پھر نماز شروع کر دی۔ آپ مسلسل روتے رہے، حتیٰ کہ آپ کی گود بھیگ گئی، پھر روئے اور روتے رہے حتی کہ زمین تر ہو گئی اتنے میں بلال رضی اللہ عنہ نماز فجر کی خبر دینے کے لئے آئے۔ جب انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے ہوئے پایا تو کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔ آج مجھ پر چند آیات نازل ہوئی ہیں، اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے جس نے ان کو پڑھا لیکن غور و فکر نہ کیا۔ آیت یہ ہے۔

(اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ) (آل عمران:۱۹۰)

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں''۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور وفکر کیا کرو اور اللہ کی ذات میں غور وفکر مت کرو۔(صحیحہ:1788)

(1) (وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ) (حجر:۱۷)

''اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے''۔

اور فرمادیا کہ اس میں کوئی شگاف بھی نہیں۔(سورۃ ق:6،سورہ ملک:3وغیرہ)

سائنس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج جس کی روشنی سے زمین کی ہر چیز زندہ ہے' سے بہت سی کرنیں نکلتی ہیں جس میں دیکھنے میں مددگار کرنوں کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہے۔(نیلی، ہری و لال کرنیں) اس کے علاوہ بہت سی ایسی کرنیں بھی سورج پیدا کرتا ہے جو زندگی کے لئے بے حد خطرناک اور جان لیوا ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہے جیسے Cosmic UVI & X-rays وغیرہ۔اگر یہ کرنیں زمین پر پہنچ جائیں تو کوئی بھی زندگی محفوظ نہ رہے۔

ان کرنوں کو زمین پر آنے سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کے کچھ سو کلومیٹر اوپر چاروں طرف اوزون (Ozone) گیس کی پرت (Layer) بنادی جو ان خطرناک کرنوں کو جذب کر لیتی ہے اور زمین پر آنے سے روکتی ہے۔ یہ ایک بات اس آیت کی شرح (Commentary) میں بیان کی جاسکتی ہے۔

(2) (لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ) (یٰس:۴۰)

''نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں''۔

ہر ستارہ سورج، چاند اور دوسرے سیارے اور یہاں تک کہ نظام شمسی (Solar System) اور ہماری Galaxy سبھی کا دائرہ مقرر ہے۔اور سب اس میں گردش کر رہے

ہیں، ایک مقررو وقت کے لئے۔ نہ آپس میں ٹکرا سکتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کا بیلیسن بگاڑ سکتے ہیں۔ اب سائنس کیپلر لا (Kepler Law) کی بات کرے یا Orbital Mechanics کی، اللہ نے یہ سب 1400 رسال پہلے فرما دیا تھا۔

(3) (خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ)(زمر:۵)

''نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا وہ رات کو دن اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت تک چل رہا ہے یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے''۔

یہاں فرمایا گیا ہے کہ دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے جیسے کپڑہ یا پلاسٹک وغیرہ لپیٹا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین چورس (Flat) نہ ہوکر گول ہے، اگر زمین چورس ہوتی تو سورج کی روشنی پوری زمین پر ایک ساتھ پڑتی اور پوری زمین کو ایک ساتھ روشن کرتی۔ آدھا حصہ دن اور آدھے پر رات نہ ہوتی۔ دن کا رات پر لپیٹ دینا بتاتا ہے کہ زمین گول ہے اور گھوم رہی ہے۔ اس لئے سورج کی روشنی دھیرے دھیرے زمین کے ایک حصہ کے بعد دوسرے حصے کو لگاتار لپیٹتی یعنی روشن کرتی جاتی ہے۔ یہاں دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں، ایک زمین کا گول ہونا اور دوسرا اس کا اپنی ایکس (Axis) پر گھومنا (Diurnal Rotation)۔

(4) (وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ)(انبیا:۳۱)

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تا کہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے، اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تا کہ وہ راستہ حاصل کریں''۔

اور سائنس (Geology & Physical Geodesy) میں بھی یہی تھیوری (Theory) پیش کی ہے کہ پہاڑ گڑے ہوئے ہیں۔ جن کی جڑیں (Roots) زمین کے اندر ہیں اور یہ زمین کا بیلنس (Balance) بنانے میں ضروری ہے۔

(5) (ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ)(فصلت:۱۱)

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں (Gaseous State) تھا۔ بس اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں''۔

اور سورۂ انبیاء میں فرمایا کہ:

(أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ)(انبیاء:۳۰)

''کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین باہم ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا، کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے''۔

یہ حق ہے جو اللہ کا کلام ہے کہ آسمان اور زمین ایک ساتھ ملے جلے تھے اور گیس کی شکل میں تھا پھر اللہ نے ان کو الگ الگ کیا۔

اب سائنس میں Big Bang تھیوری آئے یا کچھ سالوں بعد کوئی اور تھیوری آئے، جو یہ بتانے کی کوشش کرے گی کہ سورج اور زمین کیسے وجود میں آئے، لیکن اصل بات یہی رہے گی کہ پہلے گیس کی شکل میں ملے جلے تھے، پھر وہ الگ الگ وجود میں آئے۔

(6) (أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ)(الرعد:۴۱)

''کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں، اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا نہیں، وہ جلد حساب لینے والا ہے''۔

مفسرین کرام اس کی تفسیر میں ایک بات یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام کا بڑھنا اور کفر کا سکڑنا ہے یعنی کفر کے لئے زمین تنگ ہوتی جارہی ہے اور اسلام پھیلتا جارہا ہے۔[تفسیر ابن کثیر]

(7) (يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ

ثَلَاثٍ)(زمر:٦)

''وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کے بعد دوسری بناوٹ پر بناتا ہے۔ تین تین اندھیروں میں''۔

آج سائنس بھی اس حقیقت کا اعتراف کررہی ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو وہ تین اندھیروں سے گھرا ہوتا ہے، یعنی پیٹ کی باہری جلد (Skin) بچّے دانی (Uterus) اور جھلّی (Fetal Membrane)، جس میں بچّہ لپٹا رہتا ہے اور جس کے اندر پانی (Liquid) رہتا ہے۔

ایسی بہت سی آیات قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں جو سائنس دانوں کو نئی نئی کھوج کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ یہ چند مثالیں بیان کی گئی ہیں جبکہ اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں۔

(8) اب ایک ایسے معجزے کے بارے میں جس سے سائنسدان بھی حیران ہوجائیں گے جو پہلے ہی سے سورۃ نجم کی آیت پر غور کرکے اسپیس (Universe) (Space) کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانکاری حاصل کرنے میں لگے ہیں۔

(لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى)(نجم:١٨)

''یقینا، اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں''۔

اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر بلا کر آسمانوں کی سیر کرائی اور اپنی بے شمار نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائیں جیسے جہنم اور اس کے دردناک عذابوں کا حال، جنت اور اس کی نعمتیں اور آپ کو ساتویں آسمان سے اوپر بلا کر سدرۃ المنتہیٰ اور البیت المعمور تک دکھانا اور وہاں سے کچھ نشانیوں کو دیکھنا۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کے مقابلے میں سات آسمان اس طرح ہیں کہ جیسے بیابان (Desert) میں کوئی چھلہ پڑا ہوا اور پھر کرسی کے مقابلے میں عرش کی ضخامت (وسعت Extent) اس طرح ہے جیسے اس چھلّے کے مقابلے میں بیابان کا وجود ہے۔ (صحیح ابن حبان:361، صحیحہ:109)

اس سے اللہ کے عرش کی عظمت بیان ہوتی ہے۔ کرسی اتنی وسیع ہے کہ اس کے مقابلے آسمان کچھ بھی نہیں کے برابر اور پھر عرش اتنا وسیع ہے کہ اس کے مقابلے کرسی کچھ بھی نہیں کے برابر تو پھر عرش کی وسعت آسمانوں کے مقابلے کتنی وسیع ہوگی؟ (اللہ اعلم)

پیشینگوئیاں (Prophecies)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چند بشارتوں اور معجزات کا ذکر کرنے کے بعد اب کچھ پیشینگوئیوں کو نقل کر کے غور کرتے ہیں کہ آج کی امت اور معاشرہ جن حالات سے گزر رہا ہے اور آنے والے وقت میں بگاڑ، گناہ اور خرابیاں اپنے عروج پر پھیل جائیں گی۔ ان کی پیشینگوئی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارکہ سے سوا چودہ سو سال پہلے ہی کرا دی تھی۔

ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ جب گناہ عام ہوں گے تو نہ تھمنے والے عذاب کا سلسلہ بھی جاری ہوگا۔ جس کی تکمیل بدترین مخلوق پر ہوگی جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کو نازل کر کے اس کائنات کو درہم برہم کر دے گا۔

افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ آج اور آنے والے کل کے مسلمانوں نے قرآن کو تو طاق پر ہی رکھ دیا، ساتھ ہی ان احادیث کو بھی ان دیکھی کر دی جن میں گناہوں کا ذکر کر کے آنے والے عذابوں کی خبریں دی گئی ہیں۔ لگتا ایسا ہے کہ انسان دہریہ فلسفہ کی طرف بڑھ رہا ہے جس میں یوم الدین (قیامت) کا تصور ہی نہیں اور سب کچھ یہی دنیا ہے' اسی گمان میں مبتلا ہے جو سب سے بڑا جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ ہمارا ملک مذہب اور تہذیب کا گڑھ رہا ہے، جس کا بندھن یہاں مضبوطی سے بُنا گیا ہے۔ مذہب (Religion) انیک مگر سنسکری (تہذیب) (Culture) ایک۔ ہماری تہذیب ایسی ہے جس میں برائی کو ہمیشہ پاپ (گناہ) مانا جاتا رہا ہے۔ اور پاپ کا نتیجہ جہنم کہا گیا ہے۔ اب اس میں بھی تیزی سے بدلاؤ آ رہا ہے جس نے بگاڑ کو جنم دیا ہے۔

2016-17 کے Academic Session کے شروع میں ایک بڑے تعلیمی ادارہ آئی آئی ٹی (IIT) کے سروے میں ایک چونکانے والی بات جو سامنے آئی وہ یہ تھی کہ 43% طلبا (Student) نے اپنا کوئی دھرم (مذہب) نہیں بلکہ دہریا (Athiest) لکھا۔ جب مذہب ہی

نہیں رہا تو اللہ، رب کا ڈر ہی کہاں؟ گناہ اور برائی پاپ ہے اور پاپ جہنم میں لے جاتا ہے اس کا تصور ہی مٹتا جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں کیسے معاشرے کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

نبوی پیشینگوئیوں کو ہلکے میں نہ لیں، یہ نادانی قطعاً غیر مناسب اور خطرے کی علامت بھی ہے، کیونکہ یہ سب پیشینگوئیاں صادق ومصدوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کی گئی ہیں۔ یہ سوچ خیال کے کسی گوشے میں ہرگز نہ آنے پائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو ایک بشر (انسان) تھے، اس لئے یہ سچ ہو بھی سکتی ہیں اور نہیں بھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو بھی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارکہ سے نکلی ہے وہ صد فیصد برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جس کا ثبوت ان آیات واحادیث سے ملتا ہے، جن میں سے کچھ یہاں ذکر کی جا رہی ہیں۔

سورۃ نجم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى) (نجم:۳)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں''۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر وحی (بات) جاری کرے گا، جو وہ چاہے گا۔ (ابوداؤد:5131)

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ کون سی ہے اور سب سے ناپسندیدہ جگہ کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھ کر ہی بتاؤں گا۔ جبرئیل تشریف لائے تو انھوں نے بتایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہے۔ (مسند البزار:3430، صحیح مسلم مختصراً)

ایسی کئی احادیث بیان کی جا سکتی ہیں جن میں ذکر ہوا ہے کہ آپ سے کچھ معلوم کیا گیا اور آپ نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا، جب تک کہ آپ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی نہیں بتایا گیا۔

یہاں ایک بات اور غور کرنے کی ہے جو آج کے حالات میں بہت اہم ہے کہ جہاں بازار سب سے بدتر جگہ قرار دی گئی تھی، کیونکہ یہ بے حیائی اور اسراف کی جگہ ہے اور یہاں غیر ضروری

کام میں زیادہ تر وقت ضائع ہوتا ہے' لیکن افسوس کہ وہی آج دلچسپی کی جگہ بن گیا ہے۔

ہم بے شمار پیشینگوئیوں میں سے کچھ کا ذکر کر رہے ہیں اور مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان ان پر غور کریں اور اپنا محاسبہ کر کے ان برائیوں کو ترک کر دیں جن سے امت دو چار ہے اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بن رہی ہیں۔ دین اسلام یعنی قرآن کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنا لیں تا کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو اور دنیا کی کامیابی عطا ہو۔

سب سے پہلے ایک ایسی پیشینگوئی کا ذکر مناسب معلوم ہو رہا ہے کہ جس میں اللہ کی نعمتوں بھری خوشخبری کا تذکرہ ہے، ایسی خوشخبری جس کا دامن تھامنے سے کوئی بھی انسان کبھی مایوس نہیں ہوسکتا۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی اس کے ہمراہ ہوگی اور نہ اسے کوئی غم ہوگا اور نہ خوف۔

(إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا) (سورہ نصر)

''جب اللہ کی فتح اور نصرت (مدد) آجائے اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج آتا دیکھ لے تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ، حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بے شک وہ بڑا ہی قبول کرنے والا ہے''۔

اس سورہ میں اللہ کی فتح اور نصرت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور دین اسلام کے غالب ہونے کی پیشینگوئی کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی اسلام کا پرچم یمن، شام اور عرب کے زیادہ تر حصوں میں پھیل چکا تھا۔

اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عرب، عراق اسلام قبول کر چکا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں افریقہ کے زیادہ تر شمالی (North) علاقے: مصر، ایران، عراق، سیریا، ترکی، یورپ، ارمانیہ، چین اور ازربائیجان تک اسلام کا پرچم لہرا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں افریقہ سے لے کر ازربائیجان کے علاقوں تک دین اسلام پہنچا۔ پہلی صدی کے آخر تک ہندوستان، سمرقند تک اسلام پہنچ چکا تھا۔

یہ دور تین افضل زمانوں کا دور تھا جب مسلمان دین اسلام کا سچا اور عملی (Dedicated) سپاہی تھا۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہی ان کا مرنا جینا تھا، اللہ کی رضامندی کی فکر تھی۔

پھر بعد کے سالوں میں بھی اسلام کو فتح حاصل ہوتی رہی، جن میں 200 ہجری کے پاس کا ہارون رشید کا دور اور 560 ہجری کے قریب صلاح الدین ایوبی کا دور رہا، 790 عیسوی میں یورپ خاص طور پر اسپین پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا جو سن 1492ء تک چلا، پھر بعد کے ادوار میں مسلمان مغلوب ہوتے گئے، جس کا سبب اللہ کی ناراضگی تھی، مسلمان دنیا پرست ہوتے گئے، اور عیش و آرام کی زندگی کو ترجیح دے ڈالا اور دین اسلام سے دوری اختیار کئے ہوئے ہے۔

کچھ لوگ اس کا الزام اسلام کو دیتے ہیں، لیکن یہ وہی اسلام ہے جس نے عربوں کو برائیوں کے اندھیرے سے نکالا، جو صحرا میں رہنے والے قبائیلی باشندے تھے اور ان کو فتح کرنے کے لئے کوئی تیار نہ تھا، اس طرح 23ء سال کے دور نے دنیا کو ایک مثالی معاشرہ میں تبدیل کردیا، جو قرآن وسنت کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے بن گئے اور اسی کے ذریعے اخلاقی معیار کی نمائندگی کرتے تھے۔اسی دور کو بعد میں اسلام کا سنہری دور (Golden Era) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اسلام کی فتوحات کی کئی پیشینگوئیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہیں جن میں کچھ آپ کی حیات میں ہی پوری ہوگئیں، جیسے عرب اور یمن پر اسلام کا قبضہ ہونا۔آپ کے زمانے میں دنیا کی دو بڑی طاقتیں تھیں جن میں ایک روم کی عیسائی سلطنت اور دوسری ایران کی مجوسی سلطنت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ اب اس کے بعد کوئی قیصر و کسریٰ نہیں ہوگا، اور ایسا ہی ہوا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر ہلاک ہوجائے گا' تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا''۔(ترمذی:2216)

دوسری حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین لپیٹ دی اور میں نے دیکھا کہ اس کے مشرق اور مغرب کو میری امت کی سلطنت پہنچے گی جہاں تک کی لپیٹی گئی ہے میرے لئے زمین''۔(ترمذی:2176)

ایک اور حدیث میں سفیا بن ابی زُھیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''یمن فتح ہوجائے گا اور لوگ وہاں اونٹوں پر ساز وسامان لادے ہوئے اپنے اہل وعیال

کا قصد کرتے ہوئے جائیں گے، حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر رہائش گاہ ہوگا، کاش کہ وہ لوگ سمجھیں، اس کے بعد شام (سیریا) فتح ہوگا، اس کے بعد عراق فتح ہوگا''۔ (مسلم کتاب حج)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''عجمی (Non Arab) لوگ تمہارے دین اور نسب میں شریک ہوں گے''۔ (صحیحہ:1018)

اب آپ دیکھئے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کہ کوئی ملک ایسا نہیں بچا ہوگا کہ جہاں کے کچھ عجمی باشندے مسلمان نہ ہوئے ہوں، اور قیامت سے پہلے ہر شخص مسلمان ہوگا، اس کی خبر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دے دی۔

سیدنا مقداد، ابوثعلبہ اور تمیم داری صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات اور دن کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی شہر اور دیہاتی گھر نہیں چھوڑے گا کہ اس میں عزیز کی عزت وآبرو کے ساتھ یا ذلیل کی توہین وذلت کے ساتھ دین کو پہنچا دیں گے۔ عزت وہ جو اسلام کے ساتھ ملے اور ذلت وہ ہے جو کفر کے ساتھ ملے۔ (صحیحہ:3)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ مسلمان اپنی روحانیت، مادیت اور دفاعی (Spritual, Physical & Military) حالات میں پوری قوت کے ساتھ واپس آئیں گے اور کفر پر غالب آجائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

(هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) (صف:۹)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے اور تمام ادیان پر غالب کردیں''۔

یہ سب عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا جب اسلام کے سوا سب ادیان مٹ جائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد پھر دین میں خرابی اور بگاڑ آنا شروع ہوگا۔ لوگ بڑے بڑے گناہوں میں مصروف ہوجائیں گے اور دین سمٹ جائے گا یہاں تک کہ اللہ اللہ پکارنے والا بھی کوئی باقی نہیں بچے گا۔ اس بدترین مخلوق پر اللہ قیامت نازل کرے گا۔

مگر اس سے پہلے کے دور میں بھی حالات بہت مختلف نہیں رہیں گے۔ امت دین اسلام سے دور ہوتی جائے گی، سنت نبی سے اعراض (انکار) کرے گی، گناہوں میں اس قدر مبتلا ہوگی کہ اللہ ان پر غیر قوم کو مسلط کرے گا، ظالم حاکم ان پر حکومت کریں گے۔ فتنے اندھیری رات کی بارش کی طرح ان پر برسیں گے، قتل و غارت گری عام ہو جائے گی اور اللہ ان پر عذاب کی سختی کرے گا۔ اللہ ہمیں ان میں سے بچائے۔ آمین۔

دین کا مٹ جانا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسلام اجنبیت کی حالات میں (شروع ہوا) اور پھر دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ پہلے ظاہر ہوا تھا۔ (ترمذی:2629)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام آخر تک رہے گا مگر اجنبی ہو جائے گا اور ایسے اجنبیوں کے لئے خوشخبری ہو، غربا وہ ہیں جو سنت کو سدھاریں گے (عمل کریں گے) جب لوگ بگاڑیں گے نبی ﷺ کی سنت کو۔

نیز دین کی اتباع کرنے والوں میں غریب (یعنی فقیر) لوگ ہی زیادہ ہوتے ہیں اور سبقت بھی کرتے ہیں امیر زیادہ تر دنیاداری میں ہی رہ جاتے ہیں اور اسی کی ہوس میں لگے رہتے ہیں ہر نبی کے پیروکار غریب ہی رہے اور غریبوں میں ہی اسلام آخیر تک رہے گا۔

غریبوں کی خوشی کے بارے میں ایک حدیث بیان کرنا مناسب ہوگا۔

مصعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم جو رزق دیے جاتے ہو اور جو تمہاری مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (یعنی کہ وہ دعا کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور ان میں اخلاص ہوتا ہے)۔ (نسائی:3184)

دین کا اجنبی ہونا کئی وجوہات سے ہو سکتا ہے، امت کا فرقوں میں بٹ کر کمزور ہو جانا، قوم کا مختلف عقیدوں کا اختیار کر لینا، سنت سے اعراض اور بدعات کا عام ہو جانا وغیرہ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان فتنوں کے آنے سے پہلے جو تاریک رات کی طرح ہوں گے عمل صالح کی طرف سبقت کر لو اس زمانے میں ایک آدمی صبح کو

مومن ہوگا اور رات کو کافر یا شام کو مومن اور صبح کو کافر اور اپنے دین کو تھوڑے سے ساز وسامان کے بدلے فروخت کر دے گا۔ (احمد: 8017)

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ لوگوں میں دنیا کی حرص بڑھ جائے گی اور اللہ سے دوری میں اضافہ ہوگا، کسب رزق میں حلال وحرام کی تمیز نہیں رہے گی، تجارت میں شریعت کا علم نہیں ہوگا، دھوکہ دہی اور فریب عام ہو جائے گا۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام کے تمام حلقے ٹوٹ کر الگ الگ ہو جائیں گے۔ جب کوئی ایک حلقہ ٹوٹے گا تو لوگ اس کے بعد والے حلقے کو مضبوطی سے چمٹ جائیں گے۔ ان میں سے سب سے پہلے جو ٹوٹے گا وہ قضا اور عدل ہے، اور جو سب سے آخر میں ٹوٹے گا وہ نماز ہے۔ (ترغیب وترہیب: 316، احمد: 22513)

ایک حدیث جو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کپڑوں کے بیل بوٹوں کی طرح اسلام مٹتا جائے گا حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ نماز، روزہ، صدقہ، قربانی کسے کہتے ہیں۔ (صحیحہ: 87)

آج کے معاشرے میں مسلمانوں کا حال اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے جو بس نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ عبادات ہوں یا دیگر معاملات' ان میں سنت کی پیروی کم اور دوسروں کی پیروی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ احکام اسلام کی جانکاری زیادہ نہیں، جیسا کہ:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی اور ایسے بے وقوف لوگ رہ جائیں گے جو یہ سمجھیں گے کہ وہ کسی صحیح دین پر قائم ہیں، حالانکہ وہ کسی دین پر نہیں ہوں گے۔ (احمد: 19721)

فیروز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اسلام کی رسی کا ایک ایک دھاگہ نکال نکال کر توڑ دیا جائے گا جیسا عام رسی کو ریزہ ریزہ کر دیا جاتا ہے۔ (احمد: 18039)

آخری زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حدیث تو پڑھیں گے مگر ان پر عمل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اتباع رسول کے بجائے اہل رائے اور اپنے اپنے عالموں کی پیروی کریں گے جس کو

حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں تو یہاں تک بیان فرمایا ہے کہ ان کی عبادت کی کیفیت کو دیکھ کر تم اپنی عبادتوں کو حقیر سمجھو گے مگر وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے کہ اس پر کوئی نام ونشان باقی نہیں رہتا۔

دین کا بگاڑ ہو یا سنت سے دوری، یہ سب قوم کے بڑوں یا قوم کے سرداروں سے ہی انجام پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قوم کے سرداروں نے نبیوں کو ٹھکرایا اور دین کا انکار کیا۔ اس ضمن میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول قابل غور ہے۔

زیاد بن حیدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کیسے مٹ جائے گا؟ میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اسلام عالموں کی غلطی، منافقوں کی قرآن کے ذریعہ حجت بازی اور ظالم حاکموں کے شر سے مٹ جائے گا۔ (دارمی)

آج اسلام کے کمزور ہونے اور مسلمانوں کے پسماندہ اور اس کے مغلوب ہونے کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ امت کا فرقوں میں تقسیم ہو جانا، اور دوسری علم وعمل سے دوری۔ ان کے متعلق آئندہ صفحات پر احادیث نقل کی جائیں گی۔

یہ دو باتیں ہیں جو اس کی ذمہ دار ہوسکتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب ایسے ہی بدل دیا۔ کیونکہ وہ تو ظلم نہیں کرتا اور فرما دیا گیا کہ:

(ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ) (انفال: ۵۳)

''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی''۔

امت نے اپنی اس حالت کو بدلا جو اسلام کے سنہرے دور اور افضل زمانے میں تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے نیک بندوں کو اس دنیا کا خلیفہ بنا دیا، ملک در ملک اسلام قبول کرتے گئے اور سلف صالحین کی اقتدا میں چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو بڑی بڑی فوجوں اور ملکوں پر فتح نصیب فرمائی۔

لیکن جب سے امت نے اپنی بدعملیوں کے ذریعہ اپنی حالت بدلی تو اللہ نے بھی ان پر

مصائب کا نزول فرمانا شروع کر دیا اور کافر مشرکوں کو ان پر مسلط کرنا شروع کر دیا۔ جو ان کے دین وجان و مال کا دشمن بنتا جا رہا ہے۔

امت کا فرقوں میں بٹ جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی کہ میری امت کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹی اور میری امت 73 رفرقوں میں بٹ جائے گی۔ وہ سبھی جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقہ کے جو اس پر ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ترمذی:2641)

امت یا کہہ لیا جائے کہ بنی آدم کا آپس میں اختلاف پیدا کر کے الگ الگ فرقوں میں بٹ جانا اللہ کو ناپسند ہے اور اس کی کئی آیتوں میں مناہی نازل کر دی گئی ہے، بلکہ اس سے ہونے والے نقصان کی سخت تنبیہ کے ساتھ خبر دی گئی ہے۔

(وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا) (یونس:١٩)

''اور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کیا''۔

(شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ) (شوریٰ:١٣)

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''۔

مختصر سی بات یہ ہے کہ گزشتہ امتوں نے اللہ کے اس تاکیدی حکم کے باوجود دین اسلام پر قائم رہنے کے بجائے 'رب سے بغاوت کی اور اپنے دین کو بدل ڈالا اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ کئی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب عذابوں میں مبتلا کیا اور کئی کو اس زمین سے ہی مٹا ڈالا۔ وہ چاہے قوم نوح ہو یا عاد اور ثمود یا پھر قوم لوط ہو، اور ایسے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ

نے ظالم قرار دیا ہے۔

فرمایا:

(فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ)(البقرہ:۵۹)

''پھر ان ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالی ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق اور نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر آسمانی عذاب نازل کیا''۔

اب جب بات اس امت مسلمہ کی آتی ہے تو دیکھئے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مخاطب کر کے قرآن میں اختلاف سے منع کر دیا، جس میں کہا گیا ہے کہ:

(وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا)(انعام:۱۰۳)

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو''۔

نیز فرمایا:

(وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ)(انفال: ۴۶)

''اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرتے رہو اس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔

اور پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اختلاف سے منع کیا اور مل کر ایک جماعت بن کر رہنے کی نصیحت کی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایسا ہے جیسے عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تھامے رہتا ہے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملا کر اس کی تشبیہ دی (Interlock to show strength) (بخاری، کتاب الادب)

اللہ اور رسول کے ان فرمین کے باوجود امت 73 رفرقوں میں بٹے گی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایسی ہی ایک اور حدیث جس میں اس کی پیشینگوئی کی گئی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کے لئے اللہ سے تین دعائیں کیں، جن میں سے 2 رقبول کر لی

گئیں اور تیسری قبول نہ کی گئی ۔۔۔آپ نے دعا کی تھی کہ میری امت کو مختلف فرقوں میں تقسیم نہ کرنا کہ ایک دوسرے کا مزہ چکھتے رہیں، اللہ نے یہ دعا قبول نہیں کی ۔(احمد:22487)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ امت کو اختلاف نہیں کرنا چاہئے مگر یہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ اللہ کا امر نازل ہو چکا جو کبھی بدلتا نہیں ۔ یہ ایسا ہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ نے زمین کے لئے پیدا کیا تھا' جس کا اعلان فرشتوں کے سامنے بھی کیا تھا۔ اس کا مطلب آدم علیہ السلام کو کہاں رہنا تھا؟ زمین پر، نہ کہ جنت میں، کیونکہ فیصلہ ہی زمین کے لئے پیدا کرنے کا کیا تھا۔

اب جب آدم علیہ السلام کو پیدا کر دیا گیا تو حکم دیا جاتا ہے کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر یہاں رہنا سہنا لیکن فلاں درخت کے قریب نہ جانا۔مطلب جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو جب تک اسے نہ چھونا یہ شرط جنت میں داخلے کے وقت لگا دی اور جس پر آدم کی آزمائش کرا دی۔

چونکہ زمین کے لئے پیدا کئے گئے، وہاں جانا ہی تھا، چنانچہ آدم وحوا علیہما السلام سے نافرمانی صادر ہوئی ،جس کی بنا پر انہیں جنت سے باہر کیا گیا اور یوں زمین پر آ بسے۔

اسی طرح کتنی دفعہ امت کو اللہ کی نافرمانی سے منع کیا گیا، ڈرایا گیا، مثالیں دے دی گئیں کہ قومیں کس طرح عذاب میں مبتلا ہوئیں مگر پھر بھی الگ الگ فرقوں میں بٹ گئے۔اب امت کا حساب اس بات پر ہوگا کہ ان کی کیا کوشش رہی ہے؟ آیا وہ شریعت پر قائم رہتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمابرداری کرتی رہی ہے، یا نافرمانی اور خواہشات کی پیروی میں زندگی بسر کر دی؟۔

اسی بات کا ہر شخص سے حساب ہوگا، اب دیکھنا یہ کہ انسان کو جو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس نے اس پر عمل کیا یا نہیں؟ چنانچہ اس کے لئے سب کو تیاری کرنی ہوگی۔

جیسا کہ ایک صحابی رسول ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ (احمد: 12733)

اس کو تو آنا ہی ہے اصل تو یہ ہے کہ ہر شخص نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے تا کہ وہ فلاح پانے والے لوگوں میں شامل ہو جائے اور جہنم کے دردناک عذاب سے بچ جائے۔ ایسے ہی اس

حدیث پر غور کیجئے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور خوب نصیحت کی جس سے ہمارے دل لرز گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ نصیحت تو ایسی لگ رہی ہے جیسے کہ الوداعی نصیحت ہو' چنانچہ ہمیں آپ مزید نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تم تقویٰ کو لازم پکڑو، اور حاکم کی سمع وطاعت بجالاتے رہو، حتی کہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ حاکم مقرر کر دیا جائے (اس کی بھی اطاعت بجا لانا)۔ اورتم میرے بعد بہت سارے اختلافات دیکھو گے، لہذا تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو دانتوں کے ساتھ لازم پکڑے رہنا، اور دین میں ایجاد شدہ نئے امور سے بچنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۶۰۷، سنن ابن ماجہ: 42)

کتنی اہم ہے یہ حدیث جس میں ہدایت اور طریقۂ نجات کا نچوڑ بیان فرما دیا گیا ہے' کہ سنت پر ثابت قدم رہنا اور ہر نئی چیز سے بچ کر رہنا تا کہ اختلاف اور گمراہی سے بچا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 73 رفرقوں کی پیشینگوئی کی جس میں سے چند کی نشاندہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کر دی اور ایک کے آثار تو آپ کی حیات مبارکہ میں ہی ظاہر ہو گئے تھے۔

خوارج

بات غزوۂ حنین کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال غنیمت کی تقسیم کر رہے تھے کہ ذوالخویصرۃ تمیمی نام کے ایک شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جس کی عبادت کو دیکھ کر تم اپنی عبادت کو حقیر (کم تر سمجھو گے) مگر وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر۔ پھر اس پر شکار کے کچھ بھی نشانات نہیں لگے رہتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایسا ہی ہوا، اسلام میں سب سے پہلا فرقہ انہی لوگوں کا نکلا جن کو خوارج کہا گیا اور عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ کے قتل میں ان کا ہاتھ رہا، اور انہوں نے امت میں بڑا فتنہ وفساد پھیلایا۔

یہ فرقہ (یہ نظریہ وعقیدہ) کئی بار مختلف زمانوں میں وجود میں آیا اور ہر بار سلف صالحین اور اللہ کے نیک بندوں کے ہاتھوں مٹا اور ذلیل ہوا۔ وہ چاہے علی رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہو یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق یہ لوگ مشرق (East) کی طرف سے ظاہر ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ آخری بار ان کا نزول دجال کے زمانے میں ہوگا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرۃ تمیمی آ گیا اور کہنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصاف سے کام لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بدنصیب اگر میں ہی انصاف سے کام نہیں لوں گا تو اور کون لے گا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے کچھ سوچ کے ساتھی آئیں گے کہ تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو، اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے لیکن یہ لوگ دین سے ایسے نکل گئے ہوں گے کہ جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور آدمی اپنا تیر پکڑ کر اس کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا پھر اس کے پٹھے کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا پھر اس کی لکڑی کو دیکھتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے تو وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔

ان میں ایک سیاہ آدمی ہوگا جس کے ایک ہاتھ پر عورت کی چھاتی یا چبائے ہوئے لقمے جیسا نشان ہوگا۔ ان لوگوں کا خروج انقطاع زمانے کے قریب ہوگا، اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ)(التوبہ:58)

''ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات میں آپ پر عیب لگاتے ہیں''۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کیا ہے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا اور ایک آدمی اسی حلیہ کا پکڑ کر لایا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ (احمد:11537)

یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ہے کیونکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی اور جو حلیہ بیان فرمایا اسی طرح وقوع پذیر بھی ہوا۔

سنن نسائی کی حدیث 4108 رمیں آیا ہے کہ یہ لوگ بار بار پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری بار پیدا ہونا دجال کے ساتھ ہوگا۔ بس جب تم انھیں پاؤ تو انہیں قتل کرو، وہ بدترین مخلوق ہے۔

مسند احمد کی ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ تیر اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آ سکتا۔ یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہیں آئیں گے، یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انھیں قتل کرے گا اور وہ اسے قتل کریں۔ وہ کتاب اللہ کی دعوت دیتے ہوں گے لیکن اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

دوسری احادیث میں بھی آیا ہے کہ یہ عراق کی طرف سے پیدا ہوں گے اور بدترین مخلوق ہوں گے جو دین سے باہر نکل گئے ہوں گے، اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، اور یہ جہنمی ہیں، بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ جہنم کے کُتّے ہیں۔ (ابن ماجہ:173)

اب ان احادیث پر غور کیجئے اور اس دور میں ایک فتنہ پرور ظالم گروہ کا حال دیکھئے جسے ISIS کہا جاتا ہے، جس کا امیر خود کو امام مہدی کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اسلام کی مدد کے نام پر غیر شرعی خودکش حملوں پر نوجوانوں کو اُکسا کر فساد اور قتل و غارت کا ناچ نچاتا ہے۔ یہ وہی خوارج کا گروہ ہے جس کے بار بار وجود میں آنے کی پیشینگوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے۔ کہ یہ لوگ مشرق سے نکلیں گے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

شیعہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خوارج کا فتنہ عروج پر آیا، جس میں عثمان رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ ادھر ایک یہودی عبداللہ سبا مسلمانوں میں شامل ہو گیا ایک مسلمان بن کر، تاکہ اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ یہ یہودی اسلام کا سخت دشمن ثابت ہوا جس کے جھوٹے خطوں اور مکر اور جعل سازی سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بڑا فتنہ اور قتال برپا

ہوا۔اس دور میں خوارج میں دو گروہ ہو گئے،ایک گروہ نے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی اور ان کی شان میں غلو کیا اور شیعہ کہلائے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس قدر بڑھے کہ ان کے کچھ فرقوں نے علی رضی اللہ عنہ کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے،قیامت کے قریب نزول،ان کو پکارنا،ان سے مدد طلب کرنا وغیرہ جائز سمجھنے لگے اور اس طرح شرک میں ڈوب گئے۔

اس فرقے کا یہ کہنا ہے کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہیں ہونی تھی، جبرئیل علیہ السلام سے خطا ہو گئی، یعنی نبوت اور قرآن کا وحی علی رضی اللہ عنہ کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کر دی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام پر کھلا بہتان ہے اور اس سے بڑھ کر گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے جو قرآن کی کھلی دلیلوں پر اعتراض کر کے ان کا انکار کرے، جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا۔

یہ قرآن کے قائل نہیں،کوئی فرقہ کہتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قرآن ڈھائی گنا ہے،کوئی کہتا ہے کہ اصل قرآن امام غائب کے پاس ہے۔صحابی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور جہنمی قرار دیتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں نازل کر دیا کہ میں ان سے راضی ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی زندگی میں ہی کئی صحابہ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارتیں دی ہیں۔

اس طرح کا شیعی عقیدہ رکھنے والے لوگ شرک میں مبتلا ہیں،علی رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہیں، اپنے اولیا کی قبروں کو مسجدیں بنالی ہیں، جنہیں سجدہ کرتے اور مدد کے لئے پکارتے ہیں، یہاں تک سننے میں آتا ہے(اللہ اعلم) کہ کچھ مزاروں پر طواف تک کیا جاتا ہے اور ان کی زیارت کے بنا حج وعمرہ ناقص رہتا ہے۔

شیعہ کے کچھ فرقے دن میں دو اور کچھ صرف تین نمازیں پڑھتے ہیں۔ان کے کچھ فرقے رمضان کے روزے رکھنے کے بھی قائل نہیں۔ وہ چاند دیکھ کر روزہ نہیں رکھتے بلکہ دنوں کی گنتی سے پورے کر لیتے ہیں۔(منہاج اسلام)

شیعہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے پابند نہیں۔ان کی معتبر احادیث کی کتابیں ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں۔اس لئے ان کے زیادہ تر دینی و دنیاوی معاملات اسلامی شریعت کے مطابق نہیں۔(دیکھئے،احمد:1266،منہاج الاسلام،البدایہ والنہایہ،فقہ حدیث، بدعت وضلالت کے محرکات،الشیعہ والا(islamqa.info 97448 & 21500)

قدریہ اور مرجیہ

قدریہ ایک فرقہ ہے جو تقدیر کا انکار کرتا ہے، جبکہ تقدیر پر ایمان لانا ایمان کا ایک رکن ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے یہ فرقہ بھی صحابہ کے دور میں ہی پیدا ہو گیا تھا۔

نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل شام میں ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا جو ان سے خط و کتابت بھی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے خط لکھا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں اپنی زبان کھولتے ہو، آئندہ مجھے خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو تقدیر کے منکر (انکاری) ہوں گے۔ (احمد:5639)

ایک دوسری حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے دو قسم کے لوگ حوض (کوثر) پر نہیں آسکیں گے، قدریہ اور مرجیہ۔ (صحیحہ:2748)

مرجیہ سے مراد جبریہ فرقہ ہے، جس کا عقیدہ تقدیر کے معاملے میں قدریہ سے ٹھیک الٹا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بندے کا اس کے افعال پر کوئی بس نہیں۔ وہ پورا تقدیر کے تابع ہے۔ انسان سے جو بھی عمل صادر ہوتا ہے وہ اس کے کرنے پر مجبور ہے۔ اس کے کرنے یا نہ کرنے میں اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔

سلف صالحین کا نظریہ یہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال (عمل) کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن کرنے والا بندہ ہے۔ جیسا عمل کرے گا ویسا بدلہ ملے گا۔

اہل قرآن یعنی منکرین سنت

ایک ایسے فرقہ کی پیشین گوئی بھی کی گئی ہے جن کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا انکار ہوگا، وہ قرآن کو ہی کافی سمجھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو صرف قرآن میں بیان کردہ احکام کو ہی مانیں گے احادیث سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، جبکہ شریعت کے دو مرکزی ستون (Central Pillars) ہیں

قرآن اور حدیث۔ایک ساتھ دونوں کو نہ لے کر چلنے والا اور کسی ایک پر ہی بھروسہ کرنے والا گمراہ ہے۔

یہ حدیث ہی ہے جس نے عبادات کا طریقہ بتایا، صدقات، زکوٰۃ کا نصاب سکھایا، نکاح کا طریقہ اور کس سے حلال اور کس سے حرام کی پوری تفصیلات بتائیں، تجارت کے بنیادی اصول سکھائے، عورتوں کو حیض کے دوران نماز و روزہ نہ رکھنے کی چھوٹ دی، میت کے غسل و تدفین حدیث سے ہی ملتی ہے۔اگر قرآن ہی کافی ہوتا تو اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہی کیا رہ جاتا ہے کہ:

(وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ)

(نساء:۱۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 23 رسالہ نبوت کی زندگی عطا کر کے وحی کا سلسلہ جاری رکھنا اسی قبیل سے ہے، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی قرآن ایک بار میں عطا کر دیا جاتا جیسا پہلے کے رسولوں پر کتاب ایک بار میں نازل کر دی گئی۔

مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک کتاب دی گئی ہے اور اس کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے، (یعنی حکمت و حدیث) عنقریب ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے یہ کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب (قرآن) ہی کافی ہے، جو چیز اس میں حلال ہے ہم اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام ہے ہم اسے حرام سمجھیں گے۔(صحیحہ:313)

احمدیہ، قادیانیہ، مرزائیہ

رسول اللہ نے پیشینگوئی کی کہ میری امت میں 30 رجھوٹے نبی ہوں گے۔یعنی 30 رشخص ایسے پیدا ہوں گے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔ ان میں سے کچھ صحابہ کے دور میں گزرے، کچھ بعد میں اور کچھ سالوں پہلے ایک ہندوستان کے پنجاب کے صوبہ میں ظاہر ہوا جس

نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک گروہ اور نئے دین کی شروعات کی جسے احمدیہ یا قادیانیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق اور مغرب دیکھے اور مجھے دونوں خزانے دیئے گئے سرخ اور سفید (سونا، چاندی یعنی روم اور ایران جن کے سکّے سونے اور چاندی کے تھے) اور تمہاری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین سمیٹی گئی ہے اور میں نے اللہ سے تین دعائیں مانگیں کہ امت کو قحط (سوکھا) سے ہلاک نہ کرے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرے اور ان کی آپس میں لڑائی نہ کرائے۔ تو مجھ سے کہا گیا کہ میں جب کوئی فیصلہ کرتا ہوں وہ رد نہیں ہوسکتا، بے شک میں تیری امت کو بھوک سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ان کے اوپر تمام زمین سے ان کے دشمنوں کو ان پر غالب کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ آپس میں خود لڑنا شروع نہ کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ اور جب میری امت میں آپس میں تلوار چلے گی پھر قیامت تک وہ نہیں رُکے گی۔ اور میں سب سے زیادہ اپنی امت سے گمراہ حاکموں کے سبب ڈرتا ہوں۔ ان کے سبب امت بھی گمراہ ہوگی اور قریب ہے کہ میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کی پوجا کریں گے (مورتیوں، آستانوں، قبروں، مزاروں وغیرہ)، عنقریب کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جاملیں گے اور قیامت آنے تک قریب 30 دجال نکلیں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے اور ہمیشہ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہے گا اور جو کوئی ان کا مخالف ہوگا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا یعنی قیامت۔ (ابن ماجہ:3952)

پیشینگوئیوں سے بھرپور کتنی اہم حدیث ہے یہ جس میں جہاں بشارتیں ہیں تو فتنہ، اختلاف اور عذاب کی مایوسی بھی ہے۔ دیکھئے اس حدیث میں کیا پیشینگوئیاں کی گئی ہیں اور کتنی اہم ہے یہ حدیث:

- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زمین سمیٹ دی گئی اور اسلام وہاں تک پہنچے گا۔
- آپ کو دو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔
- پوری امت قحط سالی (سوکھے، Drought) سے ہلاک نہیں ہوگی۔

* امت پر دشمن پورا غالب نہیں ہوگا۔
* امت میں اختلاف اور قتل ہوگا جو قیامت تک جاری رہے گا۔
* گمراہ حکمرانوں سے امت کا ڈر (کیونکہ جن کے سبب امت بھی گمراہ ہوگی)
* امت کے کچھ قبیلے بت کی پوجا کریں گے۔
* امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جا ملیں گے۔
* 30/دجال ہوں گے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔
* امت کی ایک جماعت قیامت تک حق پر رہے گی جس کو اس کے مخالفین کوئی نقصان نہیں پہنچا پائیں گے۔

اس حدیث پر غور کیا جائے، جس میں قیامت سے پہلے 30/دجال (جھوٹے نبی) کی بات کی گئی ہے۔ یہاں بات احمدیہ فرقہ کی ہورہی ہے۔ سن 1839 عیسوی میں مرزا غلام احمد نام کا ایک شخص پنجاب کے ایک گاؤں قادیان میں پیدا ہوا، جس نے انگریزوں سے مل کر سن 1900 عیسوی میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا اور نئے دین کی بنیاد ڈالی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ جبرائیل علیہ السلام اس پر وحی نازل کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے قرآن میں بدلاؤ ہے جو الگ ہے۔ وہ نماز کا قبلہ و حج کے لئے قادیان کو مرکز مانتے ہیں، شراب وغیرہ حلال قرار دیتے ہیں۔

اس ظالم کو اللہ نے دنیا ہی میں سزا کی ایک جھلک دکھا دی اور آخرت میں تو برے انجام کے ساتھ اس کا حساب ہونا ہے۔ اور سنت کے مطابق ایسے اعمال پر سخت سے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ 1908 عیسوی میں اس کی موت بیت الخلا (Toilet) میں ہوگئی۔ وہاں اللہ کا نام لے کر توبہ بھی نصیب نہ ہوئی۔

قبوری (قبر پرست)

ایک بڑا فتنہ اور برائی جس میں امت کا بڑا حصہ مبتلا ہوگیا اور جو ایک خاص گروہ یا فرقہ تک ہی محدود نہ رہ کر قریب قریب ہر فرقہ کے ماننے والوں میں ایک وبا کی طرح پھیل گیا ہے الا من رحم اللہ۔ یہ وہی شرک ہے جس کی شروعات نوح علیہ السلام کی امت نے کی تھی۔ اور شیطان نے ویسا

ہی جال اس امت پر بھی ڈال دیا۔ یہ شرک دو طرح کا ہے۔

1 **پہلا شرک:** اس عبادت کے ساتھ خاص ہے جس میں اپنے اپنے اولیاء کی قبریں مسجدیں بنائی گئی ہیں۔ ان پر سجدہ کیا جاتا ہے، قبر کو چادر سے ڈھکا جاتا ہے، چاہے ایک بار چڑھائی جائے یا بار بار، چراغ روشن ہوتے ہیں، منت و نذر مانی جاتی ہے، دیگر خرافات اور بے حیائی کے عمل کئے جاتے ہیں، ان کو ہی مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں۔ یہ سب عمل منکرات میں آتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو ظلم عظیم کہا ہے' پھر بھی یہ سب ہو رہا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

(أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ)(نحل:۲۱)

"لوگ ان کو پکارتے ہیں جو مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے"۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب اعمال سے سختی سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جاؤ کوئی قبر نہ چھوڑو جسے زمین دوز نہ کر دو اور کوئی تصویر نہ چھوڑو بنا مٹائے اور پھر بعد میں علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کام کرایا۔

علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے رفیق ابوالھیاج اسدی کو مخاطب کر کے فرمایا: "میں تمہیں اس کام کے لئے بھیج رہا ہوں جس کام کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہر قبر کو برابر کرنے اور ہر بت کو مٹا ڈالنے کا حکم دیا تھا۔[صحیح مسلم:۹۶۹]

دوسرے یہ بھی فرما دیا گیا کہ اللہ کو شرک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل ہے اور وہ شخص جنت نہیں پا سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی شرک ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں اس وقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جب بنو فہر کی مشرک عورتیں خزرج کے لوگوں کے ساتھ طواف کریں گی اور انکے سرین (Hips) حرکت کرتے ہوں گے۔ یہ اس امت میں شرک کا آغاز ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان لوگوں تک ان کے حصے کی برائی پہنچ کر رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کیفیت (حالت) سے نکال دے گا جس

سے وہ خیر کا فیصلہ کرتا ہے جیسے انھیں اس کیفیت سے نکالا تھا جس میں وہ شر کا فیصلہ کرتا ہے۔(احمد:3055،اس معنی کی بعض صحیح روایتیں اس کی شاہد ہیں)

اس حدیث میں 3ر پیشینگوئیاں کی گئی ہیں:

✷ امت میں شرک کا آغاز ہونا۔

✷ اپنی رائے کو ترجیح دینا اور سنت کا انکار کرنا۔

✷ امت کو بھلائی کی حالت سے نکال کر عذاب و مصیبتوں میں مبتلا کرنا۔

ایسے تو اس عقیدے کے قائل لوگوں کا ایک بڑا فرقہ ہے(اللہ اعلم)۔دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے کہ اس کا اثر کم یا زیادہ دوسرے فرقوں پر بھی پڑا ہے۔

2 **دوسرا شرک:** شرک کی دوسری قسم کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔یہ وہی شرک ہے جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت میں کیا ہے:(اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ)(توبہ:۳۱)''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے''۔

عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''وہ یقیناً ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے علماء جس چیز کو حلال قرار دیتے تھے اس کو حلال سمجھتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اسے حرام سمجھتے تھے۔''(ترمذی:3095)

یہ ایسی برائی ہے جس نے امت میں اختلاف پیدا کر کے آپس میں قتال و جھگڑے پیدا کرایا اور الگ الگ فرقوں میں تقسیم کیا۔اس برائی نے امت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے ہٹا دیا اور ہر گروہ اپنے اپنے علماء کے فتووں پر عمل کرنے لگا،جو سنت کے مطابق نہ ہو کر اپنی خود کی رائے اور خواہش نفس پر مبنی تھے۔نتیجہ یہ ہوا کہ آج امت بدعت اور گمراہی کا اس قدر شکار ہوگئی کہ قرآن کی آیات پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں۔نبی ﷺ کی احادیث پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں۔اور تعجب و افسوس ایسوں پر کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب اور مسلک میں یہ نہیں ہے۔

میرے پیارے بھائیو!غور کیجئے کہ دین اسلام کیا ہے؟اور کن پر نازل ہوا؟اور اسلام میں

علماء اور بزرگوں کا کیا مقام ہے؟ ان کی عزت، ادب، احترام اور ان کی اتباع، مگر یہ سب ایک شرط کے ساتھ کہ وہ جو حکم دیں وہ قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرے میں صحیح ہو۔

اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے؟ وہی اور صرف وہی جو صحیح احایث سے ثابت ہو اس کی رہنمائی قرآن کی سورۃ نسا کی آیت 59 سے بہتر اور کچھ نہیں ہو سکتی اور دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درج ذیل فرمان ہے:

عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں اگر تم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بکثرت بیان نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں اسے یاد نہیں رکھ سکا بلکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص میری طرف ایسی بات کو منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہئے۔(احمد:469)

اس سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئیوں کی حدیث آگے علم کے باب(Chapter) میں بیان ہوگی، ان شا اللہ۔

یہاں بات فرقوں کی ہو رہی ہے تو یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق سب سے افضل زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے، ذرا بتائیں کہ خیر القرون میں یہ فرقے اور مسالک کہاں تھے؟ ان کا تو وجود اور نام ونشان بھی نہیں تھا۔ یہ وہ زمانے تھے جن میں مطلق طور پر افضل شخص ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے پھر صدیقین، شہداء رہے، صحابہ وتابعین اور تبع تابعین رہے۔ جن کی موجودگی کی برکت سے اللہ نے جنگ میں فتح سے نوازا اور اس کا وعدہ کیا، اور ایسے کئی صحابہ ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دنیا میں ہی دی اور فرما دیا کہ اگر کسی کو جنتی دیکھنا ہے تو دیکھ لو وہ جا رہا ہے۔

کسی کا یہ قول کتنا اہم ہے جس نے سارے دین کو سمیٹ کر رکھ دیا کہ دین اسلام وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور جس کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر مکمل ہو گیا۔ (یعنی اب اس میں ہیر پھیر، ردوبدل اور اضافہ نہیں ہو سکتا)۔

اب جب حقیقت یہ ہو تو ان ضعیف، جھوٹی، من گھڑت، منکر اور باطل احادیث کی کیا حیثیت، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ نہیں؟ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں، نہ آپ نے کہی

اور نہ ہی کیا تو یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یا یہ حدیث ہے، تو یہ بہتان ہے اور اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

اب جب یہ مذہب ہی نہ تھے تو سلف صالحین کس کی اتباع کرتے تھے؟ اور کس پر عمل کرتے تھے؟ سوائے قرآن اور صحیح حدیث کے؟ کیا ان کا عمل یہ نہیں تھا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور دنیا والوں نے اس دور کو اسلام کا سنہرہ دور کہا؟

یقیناً وہ دور اب بھی لوٹ سکتا ہے بشرط یہ کہ امت بھی خود کو بدل کر اسی حالت پر آجائے جو تب تھی۔ آج امت کس قدر بٹ کر رہ گئی ہے کہ ہماری مسجدیں بھی بٹ گئیں، وہاں بھی اپنی شناخت (Identity) ثابت کرنی ہوتی ہے ورنہ مار پیٹ کا سبب بن جاتی ہے اور مساجد کی پاکیزگی تک کرنی پڑتی ہے۔

عبادت کا یہ حال کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ نماز میں صف درست کرلو اگر خلل (فاصلہ) رکھا تو میں تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کردوں گا۔ اب حال یہ کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کندھے سے کندھا اور پیروں سے پیر ملانے کا حکم دیا وہاں ہر شخص صف میں تنہا ہی کھڑا نظر آتا ہے۔ پیر ان کے خود آپس میں ملے ہوتے ہیں سوائے چند انگلیوں کے فاصلے کے اور شیطان بکری کا بچہ کیا جوان بکری کی طرح چھلانگیں مارتا رہتا ہوگا۔ آج امت میں اختلاف کا سبب عقیدے کے بعد کیا اسی طرح کا عمل تو نہیں؟ جب اللہ فیصلہ کر چکا کہ تمہارے منہ پھیر دوں گا یا دلوں میں اختلاف پیدا کردوں گا تو اسے کون روک سکتا ہے؟ اب ان عالموں کا کیا ہوگا جنھوں نے اپنے اپنے مسلک کی فقہی کتابوں میں ہی فتوے لکھ دیئے ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے کے پیر نہیں ملنے چاہئیں۔ اب امام بھلے ہی اعلان کرتے رہیں کہ صفیں درست کرلو، اور پیر سے پیر اور کندھوں سے کندھا ملا لو مگر اتباع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی نہیں بلکہ اپنے مذہب کے عالموں کی اتباع کرنی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چیز بھی علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ آدمی 2/رکعات نماز پڑھے بغیر مسجد سے گزر جائے گا''۔ (صحیحہ:3591)

یعنی مسجد میں جاؤ تو دو رکعات پڑھے بغیر نہ گزر و، یا مسجد جاؤ تو 2/رکعات پڑھے بغیر نہ

بیٹھو، بلکہ یہاں تک بیان ہوا ہے کہ ایک صحابی خطبۂ جمعہ کے دوران آئے اور بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اٹھو اور 2 رکعات ادا کرو۔ لیکن کچھ بھائی لوگ آتے ہی فوراً بیٹھ جائیں گے اور دلیل وہی کہ ہمارے مسلک میں نہیں۔

اب دیکھئے اس تقلید کی مار کیسی۔ ہندوستان کی سرکار وہ قانون لائی جو اسلام کے عالم صدیوں تک نہیں کرا پائے۔ اب اگر یہ کہہ کر اس کا انکار کیا جاتا رہا کہ صحابی عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے تو کیا ساری امت کا اس پر عمل رہا؟ دوسرے اس کے پیچھے جو اہم بات تھی اس کو پورا نظر انداز کر دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ اسلام میں شادی کے مہر، گھر کا بندوبست، رہن سہن کی چیزیں، زیور، کپڑے اور دعوت وغیرہ کا پورا خرچ وانتظام شوہر کرتا ہے۔ اب اگر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا تو یہ سزا کے طور پر تھا کہ ایسا کرنے والا ڈرے اور اپنا گھر برباد کرنے سے باز آجائے کیوں کہ ایسا کرنے پر اسے بھاری بھر کم رقم کی ضرورت پڑے گی۔ نیا نکاح کرنے کے لئے۔

مگر ہمارے معاشرے میں تو بات ہی الگ ہے کہ یہ سب خرچ لڑکی کو کرنا ہوتا ہے۔ سوائے برائے نام مہر دیئے جاتے ہیں۔ جہیز لاکھوں میں اور مہر چند سو روپیہ کی چاندی، مہر فاطمی 50-40 تولہ چاندی۔ جتنی طلاق دیں گے اتنے نکاح کرو گے اور جتنے نکاح کرو گے اتنے امیر ہوگے، یعنی جہیز پر جہیز۔

عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاق کے فیصلے کے ساتھ ان کا اس عمل پر سزا دینا بھی تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 18089) کیا ایسا اس معاشرے میں بھی ہوتا ہے؟

اب دیکھئے، عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت اور ان کے فیصلے کی اہمیت اور اب ہمارا معاشرہ اور ان کا اسلامی شریعت پر عمل۔ اور اگر طلاق سے مایوسی اور پچھتاوا ہو تو کر لو حلالہ۔ یہ وہی عمل ہے جس پر نبی ﷺ نے اللہ کی لعنت بھیجی۔ تو کیا امت نے اس لعنت کو بھی مذہبی دین کے نام پر خوشی خوشی قبول نہیں کیا؟

تیسری بات یہ ہے کہ کیا سنت صحیحہ کے مقابلے میں عمر رضی اللہ عنہ کا ہر قول مان لیا گیا؟ جیسے:

☆ حج تمتع کا انکار۔

☆ بغیر ولی کے نکاح پر سزا دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 16195)

☆ حلالہ کرنے والے دونوں شخصوں کو سنگسار کرنے کا فیصلہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 17363)

ایسا ہی ایک اور معاملہ اونچی عدالت میں زیر غور ہے جو عورتوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت کے بارے میں ہے۔ یہ بھی ایک قانون کی شکل اختیار کر سکتا ہے جبکہ معاشرے میں اس پر بھی پابندی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرو۔'' (بخاری، کتاب نکاح، ابوداؤد: 566، مسلم، نسائی وغیرہ)

عورتوں کو مسجد میں عبادت کے لئے اجازت دینے کا حکم نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو دے رہے ہیں، لیکن ہمارے معاشرے کے فرقہ پرست عالم عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک رہے ہیں۔ یہی نہیں، عیدین کے موقع پر نبی ﷺ عورتوں کے لئے عام حکم دے رہے ہیں کہ عیدگاہ جائیں یہاں تک کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہیں ہے تو وہ اپنی ساتھی عورت کی چادر میں لپٹ کر جائے، اور تو اور حیض ونفاس والی عورتوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی عیدگاہ جائیں، وہ نماز میں شریک تو نہ ہوں گی لیکن مسلمانوں کی دعاؤں میں ضرور شریک ہوں۔ لیکن فرقہ والے علما عورتوں کو عیدگاہ جانے سے سختی سے روکتے ہیں۔ تو کیا یہاں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث ثابت نہیں ہوتی کہ لوگوں نے اپنے علما کو رب بنالیا ہے؟

امت کا فرقوں میں بٹ جانا اور اپنے اپنے عالموں کی پیروی کرنے کی بات ختم کرنے سے پہلے ایک اور گروہ یا جماعت کا ذکر کرنا مناسب ہوگا، جو آج ایک بہت خطرناک شکل اختیار کر رہی ہے اور آج دنیا کے کئی اسلامی ممالک اس کی زد میں آ کر تباہ و برباد ہو گئے۔ مثال کے طور پر عراق، سیریا، لیبیا اور ان جیسے ملکوں کو دیکھ لیجئے جہاں وہاں کے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے امت کو قتل وغارت گری، ذلت ورسوائی کے اندھیروں میں ڈھکیل دیا گیا ہے۔ نہ جانے کتنے بے گناہوں کا قتل ہو رہا ہے، نہ جانے کتنی معصوم، پاکدامن ماؤں بہنوں کی عزت کو برباد کیا جا رہا ہے اور امن، چین وسکون چھین لیا گیا ہے۔ اس نظریہ کی حامل گروہ سے آج کے مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی سخت ضرورت ہے، جو حاکموں کے خلاف یا ان

کے نظام کے خلاف بھولے بھالے عوام کو دین کے نام پر گمراہ کر رہے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے عمل سے سختی سے منع کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر حال میں حاکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کو فرض قرار دیا۔

ایسی جماعتوں کے پیدا کرنے والے پڑھے لکھے لوگ عوام کو جماعت اسلامی ''الاخوان المسلمون'' یا اسی طرح کے دیگر ناموں سے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہاں تک عوام میں عام کر دیتے ہیں کہ جب اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت (اسلام) دی جائے تو اس کے لئے یہ ناگزیر ہو جاتا ہے کہ عوام اس جماعت کا ساتھ دے۔

اہم بات یہاں یہ دیکھی جائے گی کہ کیا اس نئی جماعت کا عقیدہ، منہج اور عمل سنت کے مطابق ہے؟ مسلمانوں کو ایسی کسی جماعت کا پابند کرنے سے بہتر ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے کی طرف دعوت دی جائے جو سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔

فرقہ ناجیہ

یعنی وہ فرقہ جو نجات پائے گا، کامیابی اور اللہ کی رضامندی کا مستحق فرقہ۔ اس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی احادیث میں بیان فرمائی گئی ہے، جیسے کہ وہ معروف حدیث جو اختلاف کے باب کے شروع میں نقل کی گئی، یعنی امت کا 73 رفرقوں میں بٹنا اور صرف ایک فرقہ کے جنتی ہونے کی خوشخبری اور اس کی نشاندہی بھی کہ وہ ایک فرقہ ناجیہ وہ فرقہ ہوگا جو اس پر ہوگا جن پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِۦ يَعْدِلُونَ) (سورۃ اعراف: ۱۸۱)

''اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتی ہے اور اس کے مطابق عدل (انصاف) بھی کرتی ہے''۔

اس جماعت حقہ کی پیشینگوئی اور خوشخبری کی احادیث کئی صحابہ کرام سے مروی ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ غالب اور دین پر رہے گا، اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا، اپنی مخالفت کرنے والوں یا بے

مددگار چھوڑ دینے والوں کی پرواہ نہیں کرے گا۔سوائے اس کے جو انھیں تکلیف پہونچے گی، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے‘‘۔(احمد:22676)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:’’میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، جو کوئی ان کو بگاڑنا چاہے یا ان کا مخالف ہو، وہ کچھ ان کا نقصان نہیں کر سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی حالت پر رہیں گے‘‘۔(بخاری، المناقب)

بخاری میں ہی ایک اور حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (ابن ماجہ 3952) پہلے بیان ہو چکی ہے۔

یہ سب احادیث جماعت حقہ کی پیشینگوئیوں میں آئی ہیں اور ان سے صاف معلوم چلتا ہے کہ:

1 ’’امت کا ایک گروہ‘‘ سے پتہ چلتا ہے کہ پوری امت حق پر نہیں رہے گی، سوائے ایک گروہ کے۔

2 یہ گروہ ہمیشہ دین پر رہے گا۔

3 یہ جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔

4 جو اس کے مخالف ہوں گے وہ سب اس جماعت حقہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

5 یہ حدیث اس بات کی خوشخبری دیتی ہے کہ یہ جماعت حقہ کامیاب اور فلاح پانے والا گروہ ہے۔

صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو آج دنیا میں اپنی اصلی شکل میں موجود و محفوظ ہے، جس شکل میں اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ باقی سبھی ادیان کو توڑ مروڑ کر بدل دیا گیا اور ان کی کتابوں میں یہ طے کرنا ہی مشکل ہو گیا کہ اصل دین کیا تھا، جو ان کے نبیوں پر نازل ہوا تھا؟۔لیکن اسلام کے ساتھ ایسا نہیں، یہ دین برحق دین ہے، ہر زمان و مکان اور ہر قوم کے لئے مفید ہے اور قیامت تک رہے گا، جس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ نے لیا ہے۔

(اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ)(سورۃ حجر:۹)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ (حفاظت کرنے والے) ہیں''۔

یہی اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اپنی اطاعت وعبادت کے لئے اللہ اپنے بندوں کو پیدا کرتا رہے گا۔

ابو عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین میں پودھے لگاتا رہے گا، جنہیں وہ اپنی اطاعت کے کاموں میں استعمال کرتا رہے گا۔(احمد:17940)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کامیاب، خوش نصیب اور فلاح پانے والا فرقہ یا جماعت کون سی ہے؟ جس کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سب پیشینگوئی اور خوشخبری سنائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَہُمۡ)(انعام:۱۰۸)

''اور گالی مت دو ان کو، جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ پھر وہ جہالت سے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب (خوبصورت) بنا رکھا ہے''۔

یعنی جو لوگ اپنے معبود اولیاء اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں، ان کا یہ عمل ان کے لئے مزین بنا دیا اور وہ اسی پر خوش ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آگے یہ بھی فرمایا کہ:

(مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا ؕ کُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ) (روم:۳۲)

''ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے''۔

یہ جو مختلف فرقے یا جماعتیں وجود میں آئی ہیں، وہ حق پر نہیں ہیں، بھلے ہی ان میں سے ہر

فرقہ اپنے عقیدے اور عمل پر کتنا ہی خوش کیوں نہ ہو۔

یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتی ہے جس کے راوی معاویہ بن قرہ ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میری امت کا ایک فرقہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور جو ان کو چھوڑ کر گئے وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے''۔ (ابن ماجہ:6)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ایسے کرتا ہے جیسے آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں مروی ہے، جس میں سورہ بقرہ کی آیت: 284 کے نازل ہونے پر صحابہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم وہی بات کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے یہودیوں نے کہی تھی کہ ہم نے سن لیا مگر مانیں گے نہیں، بلکہ تمہیں تو کہنا چاہئے کہ ہم نے سن لیا اور مانیں گے بھی۔ چنانچہ انہوں نے کہا: (سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ) (صحیح مسلم:125، احمد:9344)

ان سب دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس حق پرست اور فرقہ ناجیہ کی پہچان درج ذیل امور سے ہو سکتی ہے:

1 یہ وہ فرقہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے۔

2 یہ فرقہ شروع سے آخر تک دین حق پر رہا ہے اور رہے گا، نئے نئے فرقے اس سے الگ ہوتے جائیں گے۔

3 جنھوں نے کہا ہم نے سنا اور مان لیا۔

4 جنھوں نے اپنے اپنے معبود یا اولیاء نہیں بنائے، جن کی اتباع کی ہو۔

5 حلال و حرام کا فرق قرآن اور صحیح حدیث سے کرتے ہوں نہ کہ اپنے مسلک کے حساب سے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ موجودہ دور میں جتنے بھی فرقے ہیں، خواہ وہ کسی بزرگ کے نام سے ہو، شخصیت کے نام سے ہو، شہر یا علاقہ کے نام سے ہو، ان کا وجود خیر القرون (افضل زمانہ) تو کیا ابتدائی 300 رسالوں تک نہیں تھا۔ ان میں سے کچھ نام نہاد فرقے تو گذشتہ 100 ر

سے 150 ر سال پہلے کی ہی پیداوار ہیں۔ حالانکہ یہ فرقے خود کو ائمہ مجتہدین سے منسوب کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ائمہ مجتہدین جیسی محترم اور بزرگ شخصیتوں کے اقوال کا بھی انکار کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جماعت حقہ کہلانے کے سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کی اندھی تقلید نہیں کرتے۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا صحیح علم رکھتے ہیں اور حق و باطل میں فرق کرتے ہیں۔ ہر بات کا قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ تسلیم نہیں کرتے۔

اب کہا یہ جاسکتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی مذہب یا مسلک کے پابند نہ ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں جس کے لئے ان کے نزدیک دو کسوٹی ہیں، جس پر ہر بات و عمل کو جانچا جاتا ہے۔

(يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) (نساء:۵۹)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اسے لوٹا دو اللہ اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو''۔

کیا فرمایا جارہا ہے؟ کہ اللہ اور رسول کے بعد امیر، امام کی اطاعت واجب ہے' مگر تبھی تک جب تک وہ قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو، اگر ایسا نہیں تو ان کی بات کو رد کر کے سنت کی طرف لوٹنا ہوگا' جو صحیح احادیث سے ثابت ہو، نہ کہ ضعیف و من گھڑت احادیث اور ولیوں اور بزرگوں کے اقوال یا ان کی رائے سے۔ اور پھر دوسری کسوٹی وہ ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! میں تم میں دو ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے،

اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت''۔(حاکم)

میرے پیارے بھائیو! اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ ہم کس دین کی اتباع کریں؟ اتنا سچ ہے کہ اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں گے تو نہ کوئی غم ہوگا نہ کوئی خوف اور اللہ ہمیں زمین کا خلیفہ بھی بنا دے گا جیسا کہ پہلے سلف صالحین اور اللہ کے نیک بندوں کو عنایت کیا گیا اور اگر سنت سے اعراض کیا اور منہ موڑا تو اللہ گمراہ کر دے گا اور ذلت و پسماندگی میں ڈال دے گا۔ اللہ ہم سب کو جماعت حقہ میں شامل فرمائے، آمین۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت کرنا مناسب ہوگا وہ یہ کہ یہ ماننا مناسب نہیں کہ جماعت حقہ کا دعویٰ کرنے والے ہر گروہ میں نیک بندے شامل ہیں۔

جیسے فرمایا گیا ہے کہ اہل کتاب میں ایمان والے بھی ہیں۔ ان سے مراد وہ نیک بندے تھے جو اہل کتاب تھے اور اسلام قبول کر کے اسلام کے دائرے میں شامل ہو گئے، جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم جیسے جلیل القدر صحابہ۔ لیکن ان لوگوں کے بارے میں ایمان والا نہیں کہا گیا جو اہل کتاب ہی رہے۔

اسی طرح اگر کوئی مشرک فرقہ کا فرد اسلام لاتا ہے تو وہ اب مشرک نہ رہ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو کر مسلمان کہلاتا ہے۔ یا پھر اگر کسی مذہب کا ماننے والا اپنے مذہب کی تقلید اور ولیوں کی اتباع کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت سنت پر عمل شروع کرتا ہے تو وہ اب اس مذہب میں نہ رہ کر جماعت حقہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اب کہا یہ جائے گا کہ جماعت حقہ ایک الگ فرقہ ہے جو نجات پانے والا ہے اور اس میں شامل ہر شخص اب اہل کتاب، مشرک یا دیگر اہل مذاہب کی تقلید سے بری الذمہ ہے۔ (اللہ اعلم) (ایسا ہی قول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ دیکھئے منہاج اسلام، جلد نمبر 1، صفحہ:284)

علم دین اور دنیا میں پچھڑ جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے چند یہ ہیں: علم کا اُٹھ جانا اور جہل کا پھیل جانا اور زنا کا عام ہو جانا اور شراب بہت زیادہ

پیا جانا اور عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کا ہونا' یہاں تک کہ پچاس عورتوں پر ایک مرد حاکم ہوگا''۔(ترمذی:2205)

سب سے پہلے علم سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئیوں پر مشتمل احادیث کو پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسلام میں علم کی کیا اہمیت ہے اور اس کو حاصل کرنے اور حاصل کردہ علم کو برقرار رکھنے کے لئے امت کو کیا کوشش کرنی چاہئے؟

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا کر کے جو سب سے پہلی وحی نازل فرمائی وہ تھی:

(اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ)(علق:١)

''یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں پڑھنے کی اور سکھانے کی بات کر کے علم کی اہمیت کو بیان فرما دیا۔ اللہ کسی اور احکام سے وحی کا نزول شروع کر سکتا تھا مگر اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت رہی ہوگی جو علم کو اولیت اور فرضیت دی۔(اللہ اعلم)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھئے جس کے راوی انس رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔(ابن ماجہ:224)

یہ سب دلیلیں اس بات کی شاہد ہیں کہ مسلمان کے لئے دین اسلام کا علم سیکھنا اور اس کے احکام کا جاننا نہایت ضروری ہے۔علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ ورنہ وہ بھی ان ہی میں شامل ہوگا جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے۔

(مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ)(جمعہ:٥)

''جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو، اللہ کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ظالم کہہ کر ہدایت سے محروم رکھنے کی تنبیہ کی ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوالدرداء! اس وقت تیرا حال کیا ہوگا جب قیامت کے دن تجھ سے کہا جائے گا کہ تو جاننے والوں میں سے ہے یا نہ جاننے والوں میں سے؟، اگر تو کہے گا میں جاننے والوں میں سے ہوں تو کہا جائے گا کہ جس علم کو جانتا ہے اس پر کیا عمل کیا؟ اور اگر تو کہے گا کہ میں جاہل ہوں تو کہا جائے گا کہ تیرے جاہل رہنے کا کیا عذر ہے؟ علم کیوں حاصل نہیں کیا؟''

دوسری بات یہ کہ علمائے دین جب علم کی بات کرتے ہیں تو وہ علم قرآن اور سنت کا علم ہے یعنی اسلام کی شریعت کا علم جہاں تک دنیا کمانے وغیرہ کی جانکاری ہے تو اسے ہنر یا صناعت کہتے ہیں۔

احادیث میں علم حاصل کرنے والے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ: ''جو کوئی علم کی تلاش کرنے کی راہ میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان کردیتا ہے، اور فرشتے طالب علم کے آگے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور عالم کے لئے آسمان و زمین کی مخلوق حتی کی مچھلیاں پانی میں مغفرت کی دعا مانگتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت ستاروں پر، اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے، بلکہ علم چھوڑتے ہیں، سو جس نے علم حاصل کیا گویا اس نے بہت وافر مقدار میں حصہ حاصل کرلیا''۔(ترمذی:2682)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی بڑی رغبت کا مظاہرہ فرمایا۔

عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کون شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ بطحان یا عقیق کی وادیوں میں جائے اور روزانہ دو بڑے کوہان اور روشن پیشانیوں والی اونٹنی بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے اپنے ساتھ لے آئے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر شخص اسے پسند کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص مسجد میں آکر کتاب اللہ کی دو آیتیں سیکھ لے اس کے لئے دو اونٹنی سے بہتر ہے، تین آیتوں کا سیکھنا تین اونٹنی اور چار

آیتوں کا سیکھنا چار اونٹنی سے بہتر ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ آیات کی اور اونٹنیوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ''۔(صحیح مسلم:۸۰۳،احمد:17543)

دیکھئے!اس زمانے میں اس طرح کی اونٹنی کو سب سے عمدہ اور بہترین مال سمجھا جاتا تھا۔اب علماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر قرآن کو سمجھنے اور علم حاصل کرنے کی فضیلت دیکھئے' کہ دو آیت پر دو اونٹنی یا دنیا کی مال و دولت سے بہتر چیز کی بشارت دی جا رہی ہے۔

مگر افسوس کہ علماء کی مجلس میں بیٹھ کر قرآن کریم سیکھنا سکھانا تو دور اس کا ترجمہ پڑھنے میں بھی عوام پر پابندی عائد ہے' تو کیسے آج کا مسلمان قرآن میں نازل اللہ کے فرمان کو جانے گا؟

ایسے ہی احادیث میں علم حاصل نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور اسے برا مانا گیا ہے۔

دیکھئے! عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ نہ خرید و فروخت کرے کوئی ہمارے بازار میں جب تک دین میں خوب سمجھ پیدا نہ کرلے(یعنی مسائل سے واقف نہ ہو)۔(ترمذی:487)

یہی قرآن و سنت کا وہ علم ہے کہ جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئیاں آئی ہیں کہ یہ اٹھ جائے گا اور ہر سو جہالت پھیل جائے گی۔ یعنی اسلامی احکام، شریعت اور اس کی سمجھ نہ رہے گی۔ یہ بھی پتہ نہ رہے گا کہ جو مال کما رہے ہیں وہ حلال ہے یا حرام۔

علم دنیا

دنیا کے ہنر (Knowledge & Technology) کی بھی اسلام میں اپنی خاص فضیلت اور اہمیت ہے۔ انسان اپنی محنت اور صنعت(Technology) سے حلال رزق کمائے، خود اور اپنے اہل و عیال کی اچھے طریقے سے پرورش کرے اور معاشرے کے غریب و کمزور لوگوں کی اپنی استطاعت (Capacity) کے مطابق مدد کرنے میں بھی اللہ کی خوشنودی اور اجر کی بشارت دی گئی ہے۔ دوسرے یہ دنیا کا ہنر اور صنعت ہی ہے کہ جس کے ذریعہ قوم خود کو تیار رکھتی ہے، تاکہ اللہ کے دین کو غالب کرے اور اپنی حفاظت میں اسے کام لا سکے۔ ایسی بہت سی باتیں ہو سکتی ہیں جن سے دنیاوی ہنر کا سیکھنا اور استعمال کرنا بھی واجب ہونے کا مقام رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں آدم علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کو اسلام دے کر بھیجا وہیں زمانے اور حالات

کے مطابق ہنر بھی سکھایا۔مثال کے طور پر آدم علیہ السلام کو رزق کمانے کا ہنر، نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے، داؤد علیہ السلام کو جنگی سامان بنانے کا ہنر سکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں اختلاف سے منع کر کے امت کو طاقتور بنائے رکھنے کی تاکید کی وہیں قرآن میں یہ بھی فرمایا کہ:

(وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ)(انفال:۶۰)

''تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا دوسروں کو بھی، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں خوب جان رہا ہے، جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہیں مارا جائے گا''۔

اس کی تشریح میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی غور کرنے کی ہے، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ: ''آگاہ ہو کہ قوت سے مراد تیر پھینکنا (Throw) ہے، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار کہا۔آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فتح دے گا تم کو زمین میں اور تم سے محنت کو کفایت کرے گا (سختی دور کر کے آسانی عطا کرے گا)، اس لئے تم میں سے کوئی اپنے تیر کھیلنے سے نہ تھکے (اس میں سستی نہ کرے)''۔[صحیح مسلم:۱۹۱۷]

صحیح مسلم کی حدیث میں عقبہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جو کوئی تیر مارنا سیکھے پھر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں یا گنہگار رہے''۔

امت نے یہ کام ترک کر دیا۔اور دنیاوی جانکاری میں بھی پیچھے رہ گئے، حالانکہ کہ کہاں اہل کتاب کا راستہ تنگ کر کے انھیں کنارے کی طرف دھکیل کر چلنے کا حکم تھا اور کہاں اب امت ذلت و پسماندگی کا شکار ہے۔ یہ امت کے اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تیر چلانا سیکھو بلکہ تیر پھینکنا فرمایا' جس میں بہت سارے جدید اسلحے بنانے کی تعلیم اور اس کی ٹریننگ وغیرہ بھی شامل ہوجاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ تکنیک و ہنر سیکھ کر امت خود کو ہر

مقابلہ کے لئے تیار رکھے اور ایسا نہ کرنے والا ہم میں سے نہیں یا گناہ گار ہے۔اس کے واجب ہونے کی دلیل کافی ہے۔(اللہ اعلم)

تکنیکی اعتبار سے قریب سولہویں صدی عیسوی تک کا دور اسلامی سنہری دور کہا جاسکتا ہے' کہ جب مسلمان ہر شعبہ میں آگے تھے۔حساب، الجبرا، ایسٹرونومی، نیویگیشن وغیرہ میں شاندار کام انجام دیئے۔اب پورا اسلامی معاشرہ واسلامی ممالک سائنس میں ایک سوکھے ریگستان کی طرح ہے، جہاں تقریباً 200رکروڑ کی آبادی نے اب تک محض دونوبل سائنسدان دیئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:''اللہ کی نگاہوں میں طاقتور مومن (قوی) کمزور مومن کی نسبت زیادہ بہتر، افضل اور محبوب ہے اور ہر ایک میں بھلائی ہے۔ایسی چیزوں کی حرص کرو جن کا تم کو فائدہ ہو اور تم ان سے عاجز نہ آجاؤ''۔(احمد:8777)

قوی مومن اللہ کے یہاں بہتر بھی ہے اور محبوب بھی ہے۔کیسا قوی، ایسا مضبوط جو ایمان سے قوی ہو، عقیدہ بھی مضبوط ہو، صحت وتندرستی ہو، مال میں غنی اور امیر ہو، صدقات میں قوی ہو اور علم وتکنیک میں قوی ہو۔تبھی وہ خود اہل ومعاشرے اور ملکوں کی بھلائی وحفاظت میں کام آسکتا ہے۔آج کے دور میں بازو کی طاقت سے ملکوں اور امت کی حفاظت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ تکنیکی علم (Technology) اور اس کی صنعت (Manufacturing) سے ہوتی ہے۔ایک میزائل (Missile) پورے شہر اور ملکوں کو تباہ وبرباد کرسکتا ہے۔یہ کب ممکن ہے؟ جب قوم اس کو کرنے میں مہارت رکھتی ہو۔

علم کا اٹھ جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم لوگ مسجدوں کو مزین کروگے اور مصحف (قرآن) کو خوبصورت بناؤ گے تو تم پر ہلاکت وبربادی واقع ہوجائے گی''۔(صحیحہ:3610)

ایک دوسری حدیث میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ قرآن کی تلاوت کررہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اخروی ثواب کی غرض سے قرآن کی کما حقہ تلاوت کیا کرو۔اور اس کے ذریعہ اللہ کی رضا تلاش کرو۔اس

سے پہلے کی ایسی قوم آجائے جو اسے مخارج وغیرہ کے ساتھ اس طرح درست کرے گی، جس طرح تم تیر کو درست کرتے ہو، وہ تلاوت کے اجر کو دنیا ہی میں چاہیں گے آخرت تک موخر نہیں کریں گے۔ (سنن ابی داود:8300، مسند احمد:14855)

آج امت کی یہی حالت ہوگئی ہے کہ قرآن کو خوبصورت سے غلاف میں لپیٹ کر طاق پر یا شوکیس میں رکھ دیا گیا ہے، اس کی تلاوت اور سمجھنے کی توفیق تو کم ہی رہ گئی ہے۔ کیونکہ بچوں کو مغربی تعلیم دینے میں اور Social Media میں ہی زیادہ وقت برباد ہوجاتا ہے، یہ حالت امت کی ہوگئی۔

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ لوگ رسول ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں دریافت کرتا تھا تاکہ اس میں مبتلا نہ ہوجاؤں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم جاہلیت اور شر کا زمانہ گزار رہے تھے، پھر اللہ ہم پر یہ بھلائی لے کر آیا (اسلام) اب اس خیر کے بعد کیا شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد خیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں، مگر اس میں دھواں ہوگا۔ میں نے پوچھا، دھواں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسے لوگ جو میری سنت پر نہیں چلیں گے۔ ان کی کوئی بات اچھی ہوگی اور کوئی بری، خلاف شرع۔ میں نے پوچھا پھر اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اس وقت دوزخ کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے جو کوئی ان کی بات مانے گا، بس اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کی صفات تو بیان فرمائیں؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ ہم ہی میں سے ہوں گے، ہماری زبان بولیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور امام کے ساتھ رہ۔ میں نے پوچھا، اگر اس وقت جماعت نہ ہو اور امام نہ ہو؟ تو پھر ایسا کر ان سب فرقوں سے الگ رہ، اگر وہاں ایک درخت کی چھال مرنے تک چباتا رہ، یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ (بخاری کتاب الفتن)

یہ حدیث نبوت کی عظیم نشانی ہے کہ امت میں غیر شرعی امور بڑھ جائے گا اور قوم کی رہنمائی ایسوں کے ہاتھ میں چلی جائے گی جو سنت کے خلاف اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں گے اور

قوم کو ہلاکت میں ڈھکیل دیں گے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان روایت ہے کہ: ''قیامت کے قریب ھرج (خون ریزی) ہوگا اور علم مٹ جائے گا''۔(بخاری کتاب الفتن)

اس حدیث پر بھی غور کیجئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسے زمانے میں ہو کہ جس میں فقہاء زیادہ اور خطیب کم ہیں اور سوال کرنے والے کم اور دینے والے زیادہ ہیں، اِس زمانے میں علم سے بہتر عمل ہے۔لیکن عنقریب ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ جس میں فقہاء کم اور خطیب زیادہ ہوں گے۔اور سوال کرنے والے زیادہ اور دینے والے کم ہوں گے۔اُس زمانے میں عمل سے بہتر علم ہوگا۔(الادب المفرد:789)

آج کل خطیب الگ الگ انداز میں اپنے اپنے مسلک کے پیروکاروں کو واہ واہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ صرف میرا مسلک برحق پر ہے اور باقی سارے مسلک باطل ہیں۔سبھی کی یہی کوشش رہتی ہے۔

اب مذہب برحق کون سا ہے؟ یہ پہلے بیان ہو ہی چکا ہے، کہ صرف ایک ہی جماعت برحق ہے، جو اس پر ہے جس پر نبی ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رہے۔آخر زمانہ میں علم حقیر اور ذلیل لوگوں میں تلاش کیا جائے گا اور فتویٰ اپنی رائے سے دیں گے،جس سے لوگ گمراہ ہوں گے، جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیز قیامت کی نشانی ہے کہ حقیر و ذلیل لوگوں کے پاس علم تلاش کیا جائے گا۔(صحیحہ:3590)

صحیح مسلم کتاب العلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ: ''لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنالیں گے وہ بنا علم کے فتویٰ دیں گے اور خود گمراہ ہوں گے اور اوروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

اس طرح دن بدن اللہ تعالیٰ سے دوری اور دنیا کی حرص میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔نیک لوگ دھیرے دھیرے اٹھتے جائیں گے اور بھوسے کی طرح ردی لوگ باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قریب آچکی ہے،لوگوں میں دنیا کی حرص بڑھتی جائے گی اور اللہ تعالیٰ سے دوری میں اضافہ ہوگا''۔(صحیحہ:3669)

دین میں کمی اور سنت سے اعراض

نبی ﷺ کی نبوت کی روشن دلیلوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج امت اس دور سے گزر رہی ہے، جس میں اسلام کے بنیادی احکام ٹوٹتے نظر آئیں گے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہی غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ امت کتنا دین پر ثابت قدم ہے؟ لوگوں کے یہاں کس قدر سنت سے اعراض پایا جارہا ہے۔ علماء سوء اپنی رائے سے فتوی دیتے دکھائی دے رہے ہیں اور امت کی رہنمائی اس طرح سے کرتے نظر آتے ہیں کہ امت میں اختلاف اور عداوت تو نظر آتی ہی ہے اس کے ساتھ متواتر وصحیح احادیث اور ثابت سنت پر بھی عمل کرنے سے اعراض (انکار) کرانے میں مبتلا ہیں۔

علم کی کمی سے اسلام کے احکام ٹوٹ رہے ہیں، جہالت بڑھتی نظر آرہی ہے، عبادتوں اور دیگر احکام میں بدعتوں کا بول بالا ہے۔ علم شریعت کے علاوہ دنیاوی علم پھیل گیا ہے اور اپنی رائے پر مبنی فتووں کا چلن ہے۔

زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چیز کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس چیز کا ظہور علم اٹھ جانے کے وقت ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ علم کیسے اٹھ جائے گا؟ جب کہ ہم قرآن پڑھتے اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور قیامت تک ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھاتے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، زیاد تجھے تیری ماں گم پائے، میں تو تجھے مدینہ کا سب سے زیادہ سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ (دیکھ) کیا یہود ونصاریٰ تورات اور انجیل کو نہیں پڑھتے ہیں؟ لیکن ان میں جو کچھ ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔ (سنن ابن ماجہ: 4048، مسند احمد: 17473، علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

آج امت قرآن کی تلاوت تو کرتی ہے مگر کتنے اس کو سمجھتے ہیں اور کتنے اس کے احکام پر عمل کررہے ہیں؟

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ قرآن کی تلاوت کررہے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! اخروی ثواب کی غرض سے

قرآن کی کما حقہ تلاوت کیا کرو۔ اور اس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی تلاش کرو۔ اس سے پہلے کی ایسی قوم آجائے جو اسے مخارج وغیرہ کے ساتھ اس طرح درست کرے گی جس طرح تم تیر کو درست کرتے ہو، وہ تلاوت کے اجر کو دنیا ہی میں چاہیں گے آخرت تک موخر نہیں کریں گے۔ (احمد:14855، سنن ابی داود:8300)

اس میں جہاں پیشینگوئی کی گئی ہے کہ ایسی قوم آئے گی جو قرآن کے مخارج وغیرہ میں مبالغہ کرے گی، لیکن اس کے معانی ومفاہیم سے ناواقف ہوجائے گی، وہیں اس بات کا بھی حکم ملتا ہے کہ قرآن کو پڑھا جائے، اس کو سمجھ کر پڑھا جائے تاکہ اس میں نازل احکام کا علم ہو اور شریعت سے واقفیت ہو اور حلال میں سبقت اور حرام سے بچ کر اپنے رب کی رضامندی حاصل کی جائے۔

مذکورہ حدیث میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کیا گیا ہے کہ اس کی تلاوت کیا کرو، عربی ان کی زبان تھی۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ساتھ حاصل تھا اور نزولِ قرآن سے واقف تھے۔ بس تلاوت ان کے لئے پوری مکمل جانکاری کا ذریعہ تھا۔ جبکہ آج ہم نہ عربی سے واقف ہیں، اور نہ عربی ہماری زبان ہے' تو پھر ہم کیسے اس عظیم کام کو پورا کریں گے؟ معتبر علماء کی مجلس میں بیٹھ کر، اور قرآن کا معتبر ترجمہ اور اس سے متعلق معتبر تفسیر اور صحیح احادیث کا مطالعہ کرکے ہی اس کا کچھ حق ادا کیا جاسکتا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ قوم کو اس کا ترجمہ تک پڑھنے سے محروم کردیا جائے۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کے تمام حلقے (کڑیاں) ٹوٹ کر الگ الگ ہوجائیں گی۔ جب کبھی کوئی ایک حلقہ ٹوٹے گا تو لوگ اس کے بعد والے حلقے سے مضبوطی سے چمٹ جائیں گے۔ ان میں سے جو سب سے پہلے ٹوٹے گا وہ قضا اور عدل (انصاف) ہے اور سب سے آخر میں جو ٹوٹے گا وہ نماز ہے''۔ (مسند أحمد:22160، صحیح ابن حبان:6715)

دیکھئے! شریعت کا انکار اور سنت سے دوری ایک ایک کرکے ہوتی جائے گی۔ مگر سنت پر مکمل عمل نہ ہونے کے باوجود بھی لوگ اخیر تک نماز کو تھامے رکھیں گے، جیسا کہ آج سچ ثابت ہو رہا ہے کہ مسجدیں کسی حد تک تو آباد ہیں مگر اسلام سے دوری بڑھتی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ مسجد

آتے تو ہیں مگر وہاں بھی سنت کی پابندی نہیں۔ اپنے مذہب، اپنے طریقے پر عمل کرتے ہیں۔

جیسا کہ فرمایا گیا کہ علم اٹھ جائے گا اور لوگ اپنی رائے اور قیاس سے فتویٰ دیں گے۔ اس زمانے میں ایسے امام اور عالم پیدا ہوں گے جو خطیب اچھے ہوں گے مگر ان کی صورت اور سیرت بدلی ہوگی اور امت کو جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے۔ اس کی پیشینگوئیوں کی احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ آدمی کچھ پروا نہیں کرے گا کہ حلال مال حاصل کیا ہے یا حرام مال''۔ (بخاری:2059)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ جو تمہاری نمازوں کو اپنی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھیں گے، اور تمہارے روزوں کو اپنے روزوں کے مقابلے میں۔ وہ اللہ کے کلام پڑھیں گے ضرور مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اس جانور میں سے نکل جاتا ہے جو شکار کیا جائے، آر پار ہو کر اور صاف، اگر تیر کو دیکھیں تو اس میں کچھ لگا ہوا نہ ملے، اور اگر پر (پنکھ) کو دیکھے اس میں بھی کچھ نہ پائے، اور اس کی نوک پر شک ہو کہ کچھ لگا ہے یا نہیں''۔ (مؤطا امام مالک:472)

قربِ قیامت اسلام سے دوری ہر معاملات میں آجائے گی۔ چاہے وہ عبادات کا معاملہ ہو، رحم اور رشتوں کا معاملہ ہو، بے حیائی اور لغویات ہو یا پھر تجارت اور معاشرتی نظام، غرض ہر چیز میں ظلم زیادتی، دھوکہ فریب بڑھ جائے گا اور خوں ریزی کا ماحول ہوگا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قیامت نہیں آئے گی جب تک مال و دولت کی فراوانی نہ ہو جائے، فتنے ظاہر نہ ہو جائیں، اور ھرج نہ بڑھ جائے۔ دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، قتل، قتل، قتل (تین بار)''۔ (ابن ماجہ:4047)

مال بڑھ جائے گا، مگر اسلام سے دوری کے سبب زکوٰۃ، صدقہ دینے سے گریز کریں گے اور دل خوش نہ ہوگا، بخیلی دل میں سما جائے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عراق اپنا دینار روک لے گا اور

شام (Syria) اپنے مد (Measurement) اور دینار کو روک لے گا اور مصر اپنے اردب کو روک لے گا اور ہو جاؤ گے تم جیسے پہلے تھے''۔ (مسلم، کتاب فتنہ)

اس کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے آج کے زمانے کے مطابق یہ ہو سکتے ہیں۔ عیسائی اور دوسرے لوگ ان علاقوں پر غالب آجائیں گے اور مسلمانوں کو ان چیزوں سے روک لیں گے، عراق، سیریا اور مصر کے لوگ اس زمانے میں مرتد ہو جائیں گے اور زکوٰۃ وغیرہ روک لیں گے، جیسا کہ ترمذی کی حدیث 2211 (ضعیف) میں فرمایا گیا ہے۔ اور ٹیکس کو زکوٰۃ سمجھیں گے جو کہ باطل عقیدہ ہے۔

قتل اور فساد پھیل جائے گا اور نہ قاتل کو علم ہوگا کہ وہ فلاں کو کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ ہی مقتول کو یہ معلوم ہوگا کہ قتل کیوں کیا جا رہا ہے؟۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے کہ نہ قاتل کو علم ہوگا کہ اس نے قتل کیوں کیا اور نہ ہی مقتول کو علم ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا سبب فتنہ ہوگا۔ اور قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ (مشکوٰۃ:5390)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دوسری قوموں کو مسلط کر دیا جائے گا، جو ان کے مال اسباب کو لوٹ لے گی''۔ (سنن ابن ماجہ:۴۰۱۹)

آج امت مسلمہ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی تو مغلوب ہو گئی اور دوسری قومیں اس پر مسلط کر دی گئی ہیں۔

چند مثالیں

مثال کے طور پر سب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور سوۃ نساء کی آیت 11 بھی پڑھتے ہیں، مگر اس پر عمل ایک بڑے طبقہ سے اٹھ گیا ہے۔ آج ہندوستان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ

میراث سے ناواقف ہیں، پڑھے لکھے بھی اس پر عمل کرتے نظر نہیں آتے الا ماشاء اللہ۔ لڑکیوں کو وہ جیسے اپنی اولاد ہی تسلیم نہیں کرتے، پرائی مانتے ہیں اور میراث سے محروم رکھتے ہیں۔ حیلہ اور وجوہات کچھ بھی بتائیں، مگر سب باطل پر مبنی ہوتی ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک مردود ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔

میراث ہر اولاد کا شرعی حق ہے اور اس کا انکار اس وجہ سے کرنا باطل اور گمراہی ہے کہ بچی کی تعلیم پرورش یا شادی پر خرچ کیا گیا سرمایہ اس کی میراث کو ساقط کر دیتا ہے۔ یہ تو لڑکوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور اکثر لڑکی سے زیادہ ہی خرچ ہوتا ہے، پھر لڑکوں کی میراث کا کچھ حصہ لڑکی کو کیوں نہیں دے دیا جاتا؟

اُسیر بن جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار کوفہ میں سخت آندھی آئی۔ ایک آدمی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جس کی پکار صرف یہی تھی کہ اے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قیامت قریب آ گئی، اس وقت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، یہ سن کر نیچے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میراث کی تقسیم نہ رُک جائے۔ (صحیح مسلم: 2899، مسند احمد: 3643)

دوسری مثال: 15 رشعبان کو ہر عمل و تقدیر کا فیصلہ ہونے کو لے لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کی آیت 185 میں نازل فرمایا کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اور سورۂ قدر میں فرمایا کہ اس کو شب قدر میں نازل فرمایا۔ اس میں ہر کام کے انجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ اور سورۃ دخان میں نازل فرمایا کہ یقینا ہم نے اسے (یعنی کتاب مبین کو) مبارک والی رات میں اتارا ہے، اور فرمایا کہ اس رات میں ہر امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ اس رات کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے جس میں ہر امر انجام دینے کو فرشتے اترتے ہیں۔ تو پھر یہ ہر عمل اور تقدیر وغیرہ کا فیصلہ 15 رشعبان کو کیسے؟ اس بارے میں نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی عمل رہا، نہ صحیح احادیث میں اس کا کوئی ذکر اور نہ ہی یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت عمل ہے۔

ایک اور مثال: ابی امیہ جمحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ

چیز علامت قیامت میں سے ہے کہ علم حقیر و ذلیل لوگوں کے پاس تلاش کیا جائے گا۔ (صحیحہ: 3590) جب علم ایسے لوگوں کے پاس تلاش کیا جانے لگے تو وہ کیسا اور کون سا علم ہوگا؟ کیا سنت کے مطابق، قرآن اور سنت نبی کی صحیح جانکاری رکھتے ہوں گے؟ اور پھر فتویٰ کس بنا پر دیا جائے گا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب میری امت میں کچھ دجال اور کذاب لوگ آئیں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیث بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوگی اور نہ تمہارے آباء واجداد (باپ دادا) نے، ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو بچانا اور ان سے دور رہنا، کہیں وہ تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کردیں''۔ (صحیح مسلم مقدمہ: 7، احمد: 8267)

یہ حدیث آج سچ ثابت ہو رہی ہے۔ امت کے رہنما اور علماء کہے جانے والے لوگ ایسی ایسی احادیث گھڑ کر امت کو گمراہ کر رہے ہیں کہ اللہ پناہ، ان کے اعمال تو سنت سے ہٹتے جا ہی رہے ہیں ساتھ ہی امت کے نوجوانوں کو فتنے پر آمادہ کر رہے اور دلیل یہ کہ یہی دین کا تقاضا ہے۔ حد تو یہاں تک ہوگئی ہے کہ ملکوں کا امن وچین لوٹ رہے ہیں کہیں القاعدہ، تو کہیں ISIS جیسے عقیدوں نے امت کو فتنوں اور بربادی وہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

جب بات ان سے دور رہنے کی ہو تو یہ تب ہی ممکن ہے جب مسلمان اپنے معتبر علماء ومشائخ کی شاگردی میں قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی پڑھیں اور حدیث کی صحیح کتابوں کو پڑھیں۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علم وہاں سے سیکھو جہاں سے ہم نے سیکھا ہے، (یعنی قرآن وسنت سے)۔

جب علم قرآن سے امت محروم ہوگی تو جہالت کا پھیلنا لازم آتا ہے اور فیصلے اور رہنمائی بھی اپنے قیاس ورائے پر ہوگی جو جہالت کا سبب ہے۔ عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''اللہ تعالیٰ یہ نہیں کرے گا کہ علم تم کو دے کر پھر تم سے چھین لے بلکہ علم اس طرح اٹھالے گا کہ عالم لوگ مر جائیں گے، ان کے ساتھ علم بھی چلا جائے گا اور چند جاہل لوگ رہ جائیں گے۔ ان سے کوئی مسئلہ پوچھے گا تو اپنی رائے سے بیان کرے گا۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔ (بخاری)

ایک اور مثال: ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اسلام کے تمام حلقے ٹوٹ کر الگ الگ ہو جائیں گے، جب ایک حلقہ ٹوٹے گا تو لوگ اس کے بعد والے سے مضبوطی سے چمٹ جائیں گے۔ ان میں سب سے پہلے جو ٹوٹے گا وہ قضا اور عدل ہے اور سب سے آخر میں جو ٹوٹے گا وہ نماز ہے۔ (مسند احمد: 22160، صحیح ابن حبان: 6715)

الحمدللہ آج مسجدیں آباد ہیں، لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں اور اس کی طرف دعوت وتبلیغ کا کام بھی چل رہا ہے۔ اللہ نیک اعمال کو قبول کرے۔ سوال یہاں پر بھی یہی آتا ہے کہ کیا نمازیں بھی سنت کے مطابق ہیں؟ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ صف کی درستگی ہی نہیں تو نماز کی کیفیت کیا ہوگی اور کیسی ہوگی؟ جب عمل کا دارومدار ہی ضعیف احادیث پر مبنی ہو۔ دوسرے صرف نماز پڑھنے سے ہی فلاح اور نصرت حاصل ہوتی تو دوسرے نیک اعمال اور نہی عن المنکر کی کیا اہمیت رہ جائے گی؟ جبکہ فرما دیا گیا کہ ان کی نماز، روزوں کو دیکھ کر اپنی عبادت کو حقیر سمجھو گے اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم تکبیر سے پہچان لیتے کہ نماز ہو چکی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا معمول تھا کہ امام کے سلام کے بعد ہر شخص اپنے اپنے طور پر تکبیر پڑھتا۔ سلام کے بعد استغفار اور دعا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَام، آیۃ الکرسی، لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک (ساری دعا) اور دیگر اذکار کا حکم آیا ہے۔ اب تمام مسجدوں میں اس پر عمل ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس جو ہوتا ہے وہ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لگتا۔ (اللہ اعلم)

اسی طرح نمازوں کو بہت تاخیر کر کے پڑھنا مسلکی پہچان بن گیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ وقت کی ایک مدت ہے کہ جس دورانیہ میں نماز ادا کی جاسکتی ہے، مگر دیکھنا یہ بھی چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا کیا معمول تھا۔ کس کی فضیلت ہے اور کس کا تاکیدی حکم ہے؟ صحابہ کو نماز تاخیر کر کے پڑھنا برا لگتا تھا اور روایت میں ان کی ناراضگی اور افسوس کا ذکر ملتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وقت پر نماز پڑھنا (نسائی: 781)، انس رضی اللہ عنہ کا تاخیر دیکھ کر ناراض ہونا (ترمذی: 2447) اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا حجاج کے ساتھ تاخیر کر کے جماعت کراتے دیکھ جماعت سے نماز پڑھنے کو چھوڑ دینا احادیث میں محفوظ ہے۔ سنن ابوداؤد: 575 اور دوسری کتابوں میں حدیث آئی ہے کہ اپنی نماز اول وقت

پر پڑھ لو (یعنی) تاخیر کر کے مت پڑھنا، خود جماعت سے پہلے ہی اول وقت پر اکیلے نماز پڑھ لینا)

ایک دوسری مثال: جو کہ مسجد کو دنیا کمانے میں استعمال کے بارے میں ہے۔ جیسے لاؤڈ اسپیکر سے گم شدہ یا خرید وفروخت یا دنیا کے دوسرے معاملات کے لئے اعلان وغیرہ کرنا۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (جن:۱۸)

''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں حلقوں کی صورت میں بیٹھیں گے، ان کی سب سے بڑی فکر دنیا ہوگی۔ ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسوں کی کوئی ضرورت نہیں''۔ (صحیحہ:3733)

آج مسجد کے اماموں کی زیادہ فکر دنیا رہ گئی ہے، جنھوں نے عبادت کے لئے بنائی گئی مسجدوں کو بھی مال کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو وہ جواب میں کہے: ''اللہ تعالی اسے نہ لوٹائے، مسجدیں اس کے لئے نہیں بنائی جاتیں''۔ (ابوداؤد:473)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت اور اشعار کہنے، گم شدہ چیزوں کا اعلان کرنے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا ہے''۔ (احمد:6676)

آج عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ کسی کی مدد کرتے ہیں یا صدقہ وخیرات وامداد دیتے ہیں تو امام مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کرتا ہے اور جنت ومغفرت کی دعا دیتا ہے، کیا یہ سب سنت میں ہے؟ نہیں! بلکہ یہ مسجدوں کا غلط استعمال ہے، سنت کا انکار، بدعات کو پھیلانا، بھولے بھالے عوام کو گمراہ کرنا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے صدقہ وخیرات وامداد کا اعلان اور شہرت کر کے کیا

ریا و نمود اور دکھاوا نہیں کیا جارہا ہے؟ اس طرح اعمال کا ضائع کرنا واضح ہے۔

اس پر بھی غور کیجئے کہ جہاں مسجدوں میں دو آیت کا علم حاصل کرنے پر دو عمدہ اونٹنی سے بہتر چیز کی بشارت دی گئی تھی (احمد: 17543) اور کہاں یہ پیشینگوئی کہ مسجدوں میں بھی دنیا کی فکر غالب آجائے گی۔ آج کے دور میں کچھ اللہ کا خوف رکھنے والے اور امت کی فکر کرنے والے علماء کے سوا اکثریت نے واقعی مسجدوں کو اور ان میں قائم کئے گئے دینی مدرسوں کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ان میں الگ الگ طریقوں سے بے شمار پیسہ زکوٰۃ، فطرہ اور صدقات کا آتا ہے، لیکن اس کا استعمال قوم کے فلاحی کاموں میں کم اور اپنی ذاتی جائداد اور ملکیت اکٹھی کرنے میں زیادہ ہوتا ہے۔ کہاں یہ صدقات علم کی نشوونما اور غریب بچوں کی مدد کے مقصد سے ہوتا تھا اور کہاں آج پیڑھی در پیڑھی اپنی اولادوں کے نام منتقل ہونے والی ذاتی جائداد میں تبدیل ہوتا نظر آتا ہے۔ (واللہ اعلم)

ایک اور مثال: دین میں کمی کی ایک جاہلی مثال آج امت مسلمہ میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ جب کوئی بے اولاد یا اولاد والا شخص کسی دوسرے ماں باپ کا بچہ گود (Adopt) لیتا ہے تو مدرسہ اور سرکاری کاغذات میں اس بچے کو اپنا بچہ لکھتا ہے۔ اس کے باپ کی جگہ اپنا نام اور اس کی ماں کی جگہ اپنی بیوی کا نام اور اپنے نسب میں داخل کرلیتا ہے۔ جس سے اس بچے کا پورا نسب اور خاندان ہی مٹا دیا جاتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

(ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ) (احزاب:5)

”لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کرکے بلاؤ۔ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے“۔

اور نبی ﷺ نے اس گناہ کو بہتان اور کفر بتایا اور لعنت کی اور جنت حرام ہونے کی خبر دی۔ واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”سب سے بڑا بہتان یہ تین باتیں ہیں (جس میں سے ایک) آدمی اپنے والدین پر بہتان باندھے اور اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے“۔ (احمد:1604)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”جو شخص

بھی جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرتا ہے، وہ کفر کرتا ہے''۔(احمد:21797)

عمرہ بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ:''جو شخص سوا اپنے باپ کے کسی اور کا بیٹا بنے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا نفل قبول ہوگا نہ فرض''۔(ابن ماجہ:2712)اور فرمایا گیا ہے کہ'ایسے شخص پر جنت حرام ہے'۔(احمد:1454)

ابوعثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ:''جو شخص اسلام کی حالت میں اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کو اپنا باپ قرار دیتا ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے''۔

اب دیکھئے یہ کتنا بڑا گناہ ہے اور امت میں اس کا رواج بڑھتا جارہا ہے اور لوگ اسے جائز اور صحیح ٹھہراتے ہیں، جبکہ اس عمل سے کتنے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ دین اسلام کے احکام سے دوری، اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی نافرمانی، بچوں کے ماں باپ کے رشتے کو مٹا دینا جو ایک بہتان اور کفر ہے جس پر لعنت اور جنت کے حرام ہونے کی وعید ہے۔ بچے کے حقیقی ماں باپ کو اس کی خدمت سے دور رکھنا، بچے کو وارث مان کر میراث دینا، اس طرح میراث کے حقداروں پر ظلم، یہ سب گناہ کا مرتکب ہو رہے ہیں۔

یہ مثال بھی دیکھئے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس مال ہے نہ سامان، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں وہ شخص مفلس ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا، مگر اس نے کسی کو برا کہا ہوگا، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال چھینا ہوگا، کسی کا خون کیا یا کرایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیاں انھیں دے دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں اس سے پہلے ختم ہوجائیں گی جو اس کے ذمہ حقوق کا معاوضہ بن سکے تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔(صحیح مسلم:2581)

یہ بھی سمجھئے: سود خوری، شراب نوشی، انشورنس، جھوٹی قسمیں اور تجارتی دھوکہ اور

فریب جیسی خطاؤں کا کیا حشر ہوسکتا ہے؟ بھلے ہی بعض علمائے سوء سود کو حلال قرار دیتے رہیں اور بینکوں سے نکلنے والے سود کو جائز کہتے رہیں، لیکن اللہ کی شریعت میں یہ حرام تھا اور حرام ہی رہے گا، چاہے امت ان چیزوں کا کوئی بھی نام دے کر یا کسی بھی حالات کی دلیل دے کر اسے جائز کہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''کپڑے کے بیل بوٹوں کی طرح اسلام مٹتا جائے گا، حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ نماز، روزہ، قربانی، اور صدقہ کسے کہتے ہیں''۔(صحیحہ:3751)

اسی طرح ایک اور پیشینگوئی ہے، انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک قوم ایسی آئے گی جو عبادت کرے گی اور دین داری پر ہوگی، حتیٰ کہ لوگ ان کی عبادت کی کثرت پر تعجب کیا کریں گے اور وہ خود بھی خود پسندی میں مبتلا ہوں گے، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے''۔(احمد:12917)

آج تعلیم پر کافی توجہ دی جارہی ہے اور حکومتیں کافی سرمایہ اس میں لگا رہی ہیں جو ایک بہت اچھی بات ہے، مگر ساتھ ہی معاشرہ میں ہماری تہذیب اور اخلاقی معیار (Cultural & Morale Values) کا نقصان دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے۔ نبی ﷺ کی یہ پیشینگوئی کتنی سچ ثابت ہورہی ہے کہ قیامت کے قریب دنیاوی تعلیم بڑھ جائے گی مطلب دینی تعلیم کم ہوجائے گی جو تہذیب کو بنانے میں کارگر ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے قریب ہونے کی نشانی یہ ہے کہ بدترین لوگوں کو اعلیٰ مناسب (اونچے عہدے) دیئے جائیں گے۔ شریف لوگوں کو ذلیل سمجھا جائے گا، لوگ بڑی بڑی ڈینگیں ماریں گے، عمل محدود ہوجائے گا اور لوگوں میں مثناۃ عام ہوگی۔ کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرسکے گا۔ پوچھا گیا کہ مثناۃ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جو چیز قرآن کے علاوہ لکھی جائے''۔(صحیحہ:3586)

نبی ﷺ کی یہ پیشینگوئیاں سچ ثابت ہوئیں۔ تعلیم (Literacy) کافی بڑھ گئی مگر امت میں علم قرآن کم ہوتا جارہا ہے۔ اب عزت تو ہوگی مال، حسن، دنیاوی تعلیم، نسب اور سرکاری عہدہ کی وجہ سے۔ کسی شخص کے اخلاقی معیار کو نہیں دیکھا جاتا، دین سے دوری اس کا ایک نتیجہ

ہے۔

دوسری پیشینگوئی یہ بھی صحیح ثابت ہوئی کہ امت میں بڑبول اور جدل (حجت بازی) (Arrogance & Argumentative) بڑھ گیا۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے۔ ہر جانکاری انگلی پر موجود ہے۔ کوئی شخص حق کیا ہے ماننے کو تیار نہیں اور سوچتا ہے کہ مجھے سب معلوم ہے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امت ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہوگی جب تک اس میں جدل (جھگڑا، بحث) نہ آجائے۔ (ابن ماجہ:48)

ایسے میں ہر شخص اپنی رائے پر فخر کرتا ہے جیسے کہ اس حدیث میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس (قیامت کے قریب) زمانے والوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی، وہ بے وقوف لوگ ہوں گے، ان کی اکثریت اپنے آپ کو گمان کرے گی کہ وہ حقیقت پر ہیں، لیکن وہ کسی حقیقت پر نہیں ہوں گے۔ (صحیحہ:3585)

ایسی حالت میں جہالت بڑھ جائے گی، سنت اٹھ جائے گی، لوگ دین میں نئی باتیں، نئے طریقے ایجاد کرلیں گے، جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور دوسری احادیث میں آیا ہے۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے حوض پر ہوں گا اور انتظار کروں گا کون میرے پاس آتا ہے! کچھ لوگ پکڑ لئے جائیں گے، میں کہوں گا یہ تو میرے امتی ہیں، فرشتے کہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے یہ لوگ الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ (حوالہ صحیح بخاری، علامت قیامت) اور ان کو بائیں طرف کرلیا جائے گا۔ (نسائی) اور دوسری کتابوں میں جہنم کی وعید آئی ہے۔

بدعت و گمراہی میں ہلاکت ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ سنت پر جم جانا ہے، جیسا کہ عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وصیّت کرتا ہوں میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور بات سننے کی اور کہا ماننے کی اگرچہ ایک حبشی حاکم ہو تم پر، جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۔ تم دین میں نکالے ہوئے نئے نئے کاموں سے بچو، کیونکہ نئے کام پر چلنا گمراہی ہے۔ تم میں سے جو اس زمانے کو پائے تو وہ میری سنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے لازم پکڑ لے۔ (ترمذی:2676)

ضعیف حدیث

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب میری امت میں کچھ دجال اور کذاب لوگ آئیں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیث بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوگی اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے۔ ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو بچانا اور ان سے دور رہنا، کہیں وہ تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ (احمد:8580)

یہ حدیث نبوت کی روشن دلیل ہے اور سچ ثابت ہوئی۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس نے امت کو بکھرنے اور نئی نئی چیزیں (بدعتیں) ایجاد کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا، یا یہ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اسی نے دین کے حلقوں کو بکھیر کر رکھ دیا اور ایسے طور طریقوں کو پیدا کیا جن کا اسلام میں کوئی وجود ہی نہ تھا اور بعض تو اسلام کی ضد (Opposite) بن گئے۔ دین میں شرکیات و بدعات کا پیدا ہونا بھی کچھ اسی قبیل سے ہے۔

دین اسلام کسی سوشل ریفارمر (Social Reformer) یا فلوسفر کی سوچ کا دین نہیں، جو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا جائے۔ کوئی ازم (Ism) بھی نہیں، کوئی Communism Socialism نہیں جو زمانہ کی گردش کے ساتھ ساتھ ابھرے اور ڈوب جائے اور یہ کوئی Democracy نظریہ بھی نہیں جو کسی علاقہ یا ملک کی اکثریت کے موافق وجود میں آیا ہو۔ یورپ کی ایک جماعت نے ننگا رہنا پسند کیا تو ننگے پن عریانی (Nudity) کو اس معاشرے نے تسلیم کر لیا۔ اپنی سوچ کے مطابق اس کے کچھ اصول بنائے۔ دنیا کے ملکوں کی بڑی آبادی نے آزادی کے نام پر Gayism اور Lesbianism کو اپنایا جو ہر مذہب میں گناہ رہا۔ آج ان کے حمایتی معاشرہ میں موجود ہیں، ہوسکتا ہے کل نہ رہیں یا کوئی اور نظریہ پیدا ہو جو معاشرہ قبول کرے۔

یہ مذہب اور دین نہیں ہوسکتا، مذہب تو اللہ کی طرف سے نازل شدہ اس دین کو کہتے ہیں' جو ایک ایسا آئین ہوتا ہے کہ خالق کی ہر مخلوق کے مفاد میں ہو۔ اس کے موافق اور ہر زمانے کے لئے مفید اور مقبول ہوتا ہے۔ اس کو تسلیم کرنے والا ہر شخص ایسے معاشرے کو جنم دیتا ہے جو ہر کسی کے موافق ہو، وہاں ظلم اور زیادتی نہیں ہوتی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہر معاشرہ اور زمانے میں ایسے

لوگ رہیں گے جو اس کے مخالف رہے، جن کو بے دین کہا گیا اور ان کا انجام بھی دردناک ہی رہا۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور نازل کردہ ایک ایسا دین ہے جو اپنی اصل حقیقت اور شکل میں قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اس کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے۔ یعنی قرآن، جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اور نبی کی سنت، اس کی بھی حفاظت اللہ اپنے نیک بندوں سے کراتا رہے گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی بات آتی ہے تو ہر اس بات کو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئے ہوئے عمل، کہی گئی بات، یا تیسرے وہ عمل جو آپ کی جانکاری میں ہو اور منع نہیں کیا گیا۔ (مطلب اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی ہے) حدیث بولا جاتا ہے۔

اب لفظ ''حدیث'' ہی ہر اس بات کا ہم معنی بن گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہو۔ مثال کے طور پر اگر کسی نام کے آگے بطور خبر رضی اللہ عنہ لگا ہے تو وہ کسی صحابی کا نام ہے کسی اور شخص کا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی بات حدیث کہہ کر بیان کی جا رہی ہے تو سمجھ لو کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا ذکر ہے اور کسی کی نہیں۔ ہاں کسی دوسرے شخص کی بات کو روایت، قول یا اثر وغیرہ کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک بات ہوئی حدیث کے بارے میں احتیاط کرنے کی۔

دوسرا احتیاط جو اہم ہے، وہ یہ ہے کہ جو بات کسی شخص نے نہیں کہی، نا ہی کی، یا اس کی جانکاری میں نہیں ہے تو یہ کیسے کہہ دیا جاتا ہے کہ اس نے ایسا کہا یا کیا۔ کیا یہ جھوٹ نہیں؟ یہ قاعدہ جب عام آدمی کے بارے میں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیوں نہیں مانا جاتا؟، جن کی بات ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو دین کا ستون ہے۔

ہر حدیث بھی اللہ ہی کی جانب سے ہے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب اعتصام میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی بات پوچھی جاتی جس کے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے مجھے معلوم نہیں۔ اب سوچئے کہ جو جھوٹی حدیث گڑھتا ہے تو کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صریح بہتان نہیں باندھتا؟

واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''سب سے عظیم بہتان تین باتیں ہیں: جن میں سے تیسرا یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے مجھ سے کوئی بات سنی ہے حالانکہ اس نے مجھ سے وہ بات نہیں سنی ہو''۔ (احمد:16104) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ایسے شخص کو جھوٹا کہا اور ایسا کرنے والوں کو جہنمی قرار دیا۔ کتنی شدید وعید ہے عذاب کی، پھر بھی لوگ نہیں ڈرتے۔

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جو روایت کرے مجھ سے کوئی حدیث اور وہ گمان کرتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں کا ایک ہے''۔ (ابن ماجہ:38)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بکثرت بیان نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں اسے یاد نہیں رکھ سکا۔ بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میری طرف ایسی بات کو منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی، اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالینا چاہئے۔ (احمد:469)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے اور ان کے دل خوف سے لرزتے رہتے تھے۔ چند مثالیں ذیل کی احادیث میں بیان کی جارہی ہیں:

راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں سنا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' پھر ایک دن ان کی زبان سے نکل گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' تو انھوں نے سر جھکا لیا اور میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اپنے کرتے کی گھنڈیاں کھولے کھڑے تھے اور آنکھیں بھر آئیں اور (ڈر کی وجہ سے) گردن کی رگیں پھول گئیں اور کہنے لگے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کچھ کم فرمایا یا زیادہ یا اس کے قریب یا اس کے مشابہ۔ (ابن ماجہ:23)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتے' تو گھبرا جاتے اور کہتے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا یا اسی جیسا فرمایا۔ (ابن ماجہ:24)

راوی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا اور کبھی نہیں سنا کہ وہ حدیث بیان کرتے ہوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ (ابن ماجہ:25)

یہ تھا خوف اور احتیاط جو صحابہ حدیثوں کے بارے میں رکھتے تھے، تاکہ دین اسلام کو اس کی اصلی شکل (Original Form) میں محفوظ رکھا جاسکے یہی عمل بعد کے دور میں اللہ کے نیک بندوں اور سلف صالحین کا رہا۔

صحیح بخاری میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول بیان کیا گیا ہے کہ جس میں انھوں نے ابوبکر

بن حزم رحمہ اللہ کو حدیث لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ خیال رکھنا کہ حدیث اسی کو ماننا جو نبی ﷺ کی ہو۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اسلام میں ایسی کمزور احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں جو نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی حسن درجہ کی۔ بعض علماء کا ماننا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں چاہے وہ فضیلت کے باب میں ہو یا ترغیب کے باب میں۔ احمد شاکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث سے کچھ بھی لینا جائز نہیں، کسی کو بھی ایسی کسی روایت سے کوئی مسئلہ لینے کا حق نہیں جو رسول ﷺ سے صحیح طور پر منسوب نہ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ ضعیف احادیث سے منع فرماتے اور امام البانی رحمہ اللہ کا یہ قول کتنا خوبصورت ہے کہ جب آپ ﷺ نے ضعیف حدیث کو بیان کرنا منع فرما دیا تو ان پر عمل کیسے ہوسکتا ہے؟

اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ کسی بھی ایسی روایت کو، جو نبی ﷺ سے ثابت نہ ہو، حدیث کی طرح پیش کرنا اور اس پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو نبی ﷺ کی 23 رسالہ زندگی نبوت میں کامل کر دیا تو اب ضعیف احادیث کی کوئی ضرورت نہیں اور ان کو سننا، و عمل کرنا اتنا ہی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے جتنا ان کا گھڑنا اور پھیلانا۔ ان سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے اور صحیح احادیث سے ثابت سنت پر لوٹ آنا چاہیئے۔

دین سے نکل جانا

ترغیب وترہیب کی حدیث 316 میں فرمایا گیا کہ اسلام کے حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گے۔ آج کے دور پر یہ حدیث کسی حد تک فٹ دکھائی دے رہی ہے۔

جب امت کے کچھ لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کرنا چاہا تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ ان سے قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں، لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور قتال کروں گا، اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ

صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لئے کھول دیا ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ حق پر ہیں۔

لیکن اس خیر القرون کے بعد ذرا دیکھئے کہ سماج و معاشرہ میں کس قدر چھوٹے بڑے گناہ عام ہو گئے ہیں، لوگ اسلام کے احکام کو ماننے سے انکار کرتے جا رہے ہیں، اور افسوس کہ یہ سب بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ کیونکہ ہم سب قیامت کی طرف جا رہے ہیں جب گناہ اس قدر پھیل جائیں گے کہ بدترین مخلوق پر اللہ عذاب ڈالے گا، اللہ ہمیں اس سے بچائے، آمین۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں باب قائم کئے ہیں کہ قیامت کے قریب زمانے کا رنگ بدل جائیگا، اور پھر بت پرستی شروع ہو جائے گی اور اس کے تحت ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک دوس قبیلہ کی عورتیں ذوالخلصہ کے سامنے کولہے مٹکاتی نہ پھریں۔ ذوالخلصہ ایک مقام ہے جہاں پر دوس قبیلہ کا بت تھا۔ جاہلیت کے زمانہ میں اس کی پوجا کرتے تھے''۔ (بخاری)

آج ایسے روشن خیال مسلمان بھی اس معاشرہ میں پیدا ہو گئے ہیں جو مندر مسجد اور گیتا قرآن میں فرق نہیں کرتے۔ دونوں جگہ عبادت کو جاتے اور خود کو Secular کہہ کر اپنے ماننے والوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

ماں باپ کی نافرمانی

جبرائیل علیہ السلام کی بڑی معروف حدیث ہے جس میں اسلام، ایمان اور احسان کا ذکر ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک علامت یہ فرمائی گئی ہے کہ............لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔ (صحیح مسلم: 8، نسائی: 4995)

اس حدیث کی تشریح میں اہل علم کے کئی اقوال منقول ہیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے گی، تو معلوم ہوا کہ ماں لونڈی (نوکرانی) ٹھہری اور بیٹا، بیٹی مالک''۔ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں علامات قیامت میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے

گا۔علماء اس حدیث کوضعیف قرار دیتے ہیں۔(ترمذی:2211) مگراس کوپہلی حدیث تقویت دیتی ہے۔آج معاشرے میں موجودان حالات پرروشنی ڈالنے سے پہلے آؤ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں ماں باپ کا کیا مقام ہے اور اولاد پر کیا ذمہ داریاں آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں ماں باپ کے بارے میں حکم نازل فرمایا ہے کہ:

(وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا)(بنی اسرائیل:۲۳)

''اور تمہارا رب صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائے تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نا انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے بعد اگر کسی اور کا مقام رکھا ہے تو وہ ماں باپ ہی ہیں۔ جو ہماری پرورش سے لے کر ادب واخلاص سکھانے کا سبب ہیں۔ان ہی کے آغوش میں انسان پیدا ہوتا ہے اور اس حالت سے جس سے اسے کچھ بھی عقل وشعور تک نہیں ہوتا اپنے بچپن اور جوانی کو پہنچ کر مکمل انسان بنتا ہے۔ ماں باپ کے بے شمار احسانات کا احساس تک کرنے میں یہ انسان قاصر ہے اور پھر یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر قیامت تک برابر اسی طرح چلتا رہے گا۔آج کے ماں باپ کل بچے تھے اور آج کی اولاد کل خود ماں باپ ہوں گے،اس حقیقت کو انسان کو یاد رکھنا چاہئے۔

ماں باپ کے اس اونچے مقام ودرجہ کو رسول ﷺ نے اپنی بے شمار احادیث میں امت کو سمجھایا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی ہے۔ ماں کے قدموں تلے جنت اور باپ کو جنت کا درمیانی دروازہ قرار دیا، انہیں ضائع نہ کرو۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' اللہ کی رضا مندی والد (ماں باپ) کی رضامندی میں ہے''۔(ترمذی:1899) کیا فضیلت عطا کی ہے اللہ نے، ماں باپ کی خوشی اور ناخوشی کو اپنی خوشی

اور ناخوشی قرار دے دیا۔ اس لئے چاہئے کہ اللہ کی رضامندی حاصل کر کے فلاح پانے کے لئے ماں باپ کی رضامندی اور خوشی کو اپنا معمول اور کسب بنالو۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی نصیحت فرمائی: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگر چہ تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے، والدین کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا اگر چہ وہ تجھے تیرے اہل اور مال کو چھوڑنے کا حکم ہی کیوں نہ دیں۔ (ترغیب و ترہیب:315) ماں باپ کی نافرمانی بڑا گناہ ہے اور اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا سبب بن سکتا ہے۔

عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک محلہ میں پہنچا جس کے ایک طرف قبرستان تھا۔ عصر کی نماز کے بعد ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک انسان نکلا جس کا سر گدھے جیسا اور جسم انسان کی طرح تھا۔ اس نے تین بار گدھے کی طرح آواز نکالی پھر قبر بند ہوگئی۔ وہاں ایک بڑھیا رسی بٹ رہی تھی، ایک عورت کہنے لگی، کیا تم اس بڑھیا کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے پوچھا اس کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگی یہ اس قبر سے نکلنے والے کی ماں ہے، میں نے پوچھا اس کا قصہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ آدمی شراب کا عادی تھا، جب یہ شراب پینے لگتا تو، اس کی ماں اسے سمجھاتی، اے میرے بیٹے اللہ سے ڈر، آخر تو کب تک اسی طرح شراب پیتا رہے گا؟ وہ آگے سے کہتا تو گدھے کی طرح آواز نکالتی ہے۔ یہ شرابی عصر کی نماز کے بعد فوت ہوگیا۔ تو اب ہر روز عصر کے بعد قبر پھٹتی ہے اور یہ تین مرتبہ گدھے کی طرح آواز نکالتا ہے، پھر قبر بند ہو جاتی ہے۔ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالکائی:2157، صحیح الترغیب:2517)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی اولاد سے جو ماں باپ کی نافرمان ہے اللہ سے پناہ طلب کرتے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ: ''اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں برے پڑوسی سے، اور ایسی بیوی سے جو بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے، اور ایسی اولاد سے جو میرا آقا بن بیٹھے''۔ (الدعاء للطبرانی:1339، صحیحہ:3137)

آج ہمارے ملکوں میں مغربی تہذیب کو گلے لگانے کی ہوڑ لگی ہوئی ہے، جس میں بچہ ہوش سنبھالتے ہی اپنی خود الگ ایک پہچان بنا لیتا ہے اور ماں باپ کے ساتھ گزر بسر کرنا ترک کر دیتا

ہے۔ حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر اولاد ماں باپ سے ملنا بھی چاہتی ہو تو وقت (Appointment) لینا ہوتا ہے اور کبھی اس سے انکار بھی ہو جاتا ہے کہ میں کسی کام میں مصروف ہوں۔

اسی تہذیب کا ایک برا اثر اولاد اور ماں باپ کے رشتوں پر بھی پڑا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کی حدیث سے اولاد کی ماں باپ کی نافرمانی، ان کو کم تر جاننا اور ادب واحترام نا کرنے کی پیشینگوئی آج سچ ہوتی نظر آتی ہے۔ بہت سے لاچار و مجبور بزرگوں کو Old Age Home میں پناہ لینی پڑتی ہے، جن کی تعداد دن بدن بڑھتی ہی جارہی ہے، جواب ہزاروں میں پہنچ گئی ہے، یا لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

آج (Nuclear Family) کا رواج زور پکڑتا جا رہا ہے۔ آج کی بہو الگ (Independent) رہنا پسند کرتی ہے۔ اس کو شوہر کے ماں باپ اور دوسرے رشتے نہیں بھاتے۔ اس کو صبح وشام اپنی ماں، بہن، بھائی کے سایہ میں گزارنا اچھا لگتا ہے، جو رازدار جو مشورہ میں امانت دار اور جو مددگار وہ ان کو مانتی ہے وہ شوہر کے ماں باپ اور اس کے قریبی رشتے داروں کو نہیں، بلکہ سمجھتی ہے کہ ان سے راز رکھا جائے۔

ادھر بہو اور ساس لڑکے کو اپنا بنانے میں لگی رہتی ہیں اور بہت سے تو ان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ ساس کی فرمانبرداری کرنے اور بیوی کے اشاروں پر اپنے گھریلو امور کا معاملہ کرنے میں ہی جنت کا دروازہ نظر آتا ہے۔ لیکن کیا وہ بہو یہ بھی سوچے گی کہ میری بھی بھابھی ہے اور وہ بھی اس کی ماں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے، ہر بہو چاہتی ہے کہ میں راج کروں اور میری بھابھی میری ماں کی غلامی۔ ہر ماں چاہتی ہے کہ میں گھر کی چودھرانی بن کر رہوں، سب پر میرا حکم چلے اور میری لڑکی کی ساس اس کی غلامی کرے اور لڑکی کو وہ رتبہ ملے جو وہ خود کے لئے چاہتی ہے۔

کتنا نادان ہے یہ انسان، افسوس تو تب ہوتا ہے جب آج کے پڑھے لکھے لوگ بھی اس برائی کی گرفت میں ہیں آج عورتوں کی محلہ بیٹھکوں میں یہی چرچا عام رہتی ہے کہ میری بیٹی سونا (Gold) ہے مگر اس کی ساس نند ہی ظالم ہیں۔

Old Age Shelter ایسے ہی ایجاد نہیں ہو گئے اور تیزی سے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ جاپان کے ٹوکیو شہر میں اپنے Appartment میں ایک شخص مر گیا اور پولیس کو ڈیڑھ سال بعد پتہ چلا۔ سوبور شہر میں ایک امیر آدمی اپنے کمرے میں مر گیا اور پانچ دن بعد معلوم ہوا۔ ایک حیرت کی بات اور دیکھئے آج کے نوجوان کتنے ناسمجھ ہیں۔ اپنے بچوں کا بہت خیال رکھتے ہیں، ہونا بھی چاہئے ان کی پرورش اور تربیت ان پر فرض ہے۔ سوچتے ہیں ہم بہت اچھے ہیں اور ہمارے بچے بھی بہت اچھے ہیں، ہم نے ان کی تربیت ہی اچھی کی ہے اور وہ ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنیں گے، لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر نوجوان ایک زمانے سے یہی سوچتا آ رہا ہے، مگر وہ جب بڑھاپے کو پہنچتا ہے تو حالات سب کچھ بدلے ہوئے پاتا ہے، اب اس کی اولاد وہ سب سوچ رہی ہوتی ہے جو اس نے کبھی جوانی میں سوچا تھا۔ انتظار کرو، یہ نوجوان بھی اسی حالت کو پانے والے ہیں، جو آج ان کے بزرگوں کی ہے۔ بلکہ برائی میں اس سے زیادہ، کیونکہ: ☆ گناہ تیزی سے بڑھ رہے ہیں، قیامت قریب آ رہی ہے اور یہ سب ہونا ہی ہے۔ ☆ ہر آنے والا دن گزرے دن سے برا ہوتا ہے۔ (صحیح حدیث کا مفہوم) اور پھر اس پر غور کیجئے جو امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ جب بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر کے لئے بنیاد کھودی گئی تو اس میں پتھر نکلا جس پر لکھا تھا: ''تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا۔'' (تفسیر ابن کثیر: 4/ 549، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: 1/ 196)

قطع رحمی اور رشتوں کا ٹوٹ جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اجنبیت پیدا ہو جائے گی اور کوئی کسی کو نہیں پہچانے گا''۔ (احمد: 23695) ایک دوسری حدیث: میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: ''جب دین میں فساد آئے گا، خوں ریزی ہوگی، بناؤ سنگھار عام ہوگا، بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی، رغبت بڑھ جائے گی، بھائیوں میں اختلاف بڑھ جائے گا اور بیت عتیق جلا دیا جائے گا تو تمہارا کیا ہوگا؟'' (صحیحہ: 2744)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی، اپنے بھائی اور اپنے والد کو قتل نہیں کر لیتا''۔ (الادب المفرد:118)

یہ پیشینگوئیاں بھی سچ ثابت ہورہی ہیں اور معاشرہ اس برائی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کنبہ و خاندان ٹوٹ رہے ہیں اور اجنبیت بڑھتی جارہی ہے، رشتوں کی اہمیت اور احترام جو پہلے تھا اب ختم ہورہا ہے۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ جس نیک عمل پر دو قیراط (Measurement) ثواب کی بشارت اور مسلمان کا حق قرار دیا گیا وہ بھی پیسہ دے کر کرایا جائے گا اور عیسائی قبرستان میں تو جگہ کئی ہزار ڈالر تک بکنے لگ گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب مدینہ منورہ میں موت واقع ہوگی، قبر غلام کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ غلام کے بدلے قبر کو فروخت کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ:5397) جبکہ اسلام میں صلہ رحمی کا حکم نازل فرمایا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بہت فضیلت اور اجر کی ترغیب دی ہے۔

(يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا) (حجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے نسب کے بارے میں معلومات حاصل کرو، تاکہ تم صلہ رحمی کر سکو، اس لئے کہ صلہ رحمی اہل میں محبت، مال کی زیادتی اور عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔ (مشکوٰۃ:4934)

ایک دوسری حدیث: نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اسے اپنے نام سے نکالا ہے جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑ کر پاش پاش کر دوں گا''۔ (احمد:1659) قطع رحمی کرنے والوں کو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سے توڑ کر پاش پاش کر دینے کی وعید کے ساتھ اپنی کس قدر ناراضگی سنائی ہے۔ قطع رحمی ایک بہت بڑا گناہ ہے اور اس پر سزا بھی اللہ سخت دیتا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔ (صحیح بخاری:۵۹۸۴)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایک سال تک اپنے بھائی سے قطع کلامی رکھے تو یہ اس کا خون بہانے کے برابر ہے''۔(احمد:18100)

اور آج کے معاشرے میں بھائی بھائی میں اختلاف ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ زندگی بیت جاتی ہے کلام کئے۔ بلکہ کچھ تو عدالتوں کے چکر کاٹتے کاٹتے اپنی زندگی پوری کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی ایسا گناہ نہیں ہے کہ آخرت کے عذاب کے ساتھ اس گناہگار کو دنیا میں بھی فوراً سزا دی جائے''۔(ادب المفرد:67)

اس کے برعکس صلہ رحمی ایک ایسی نیکی و عمل صالح ہے جس پر اجر و ثواب کی ڈھیروں بشارتیں دی گئی ہیں۔ آپسی محبت، مال کی زیادتی اور عمر میں اضافہ کی مشکوٰۃ کی حدیث:4934/اوپر نقل کی گئی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس کو نرمی عطا کی گئی اس کو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی سے نواز دیا گیا اور صلہ رحمی، حسن اخلاق اور پڑوسی سے اچھا سلوک گھروں کو آباد کرتے ہیں اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں۔(صحیحہ:2505) جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو، اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اسے بری موت سے محفوظ رکھا جائے، اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔

آخیر میں ایک اور حدیث جس میں صلہ رحمی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس سے ہونے والے فائدے بھی بیان ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا سلسلہ نسب اتنا تو جان لو جس سے صلہ رحمی کر سکو' کیونکہ صلہ رحمی سے اس شخص کے ساتھ محبت بڑھتی ہے، مال میں اضافہ ہوتا ہے اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں''۔(احمد:8855) صلہ رحمی سے گناہ کی معافی، حساب ہلکا ہونا، جنت اور پل صراط پر آسانی کی بشارتیں بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ غور کیجئے کہ سورۃ حجرات، مشکوٰۃ:4934/اور احمد 8855/میں تاکید کی گئی ہے کہ اپنے نسب کو پہچان لو اور اس کی جانکاری حاصل کرو اور اتنا تو جان لو کہ تم صلہ رحمی کر سکو۔ یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ یہ فضیلتیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں رحم کے ساتھ صلہ کرنے پر ملنے کی بشارت کی گئی ہے۔ اسی طرح حسن اخلاق، بھائی چارگی اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی بھی ترغیب آئی ہے، یاد رہے کہ رحم ماں باپ کے خونی رشتوں سے جڑا ہے نہ کہ سسرالی اور دیگر رشتوں کے ساتھ۔

بیوی کے بارے میں اللہ سے ڈرنے اس سے حسن سلوک کرنے اور اس کے رشتوں کا ادب واحترام کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ آدمی ادھر ہی جھک کر رہ جائے اور اپنے نسب سے بے رخی اختیار کر کے صلہ رحمی سے اور اس سے ہونے والے اجر وثواب سے محروم ہو جائے، جیسا کہ آج کے معاشرہ میں عام ہوتا جارہا ہے۔

مشابہت اور پیروی

(Imitate & Similarity)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت گزشتہ امتوں والے اعمال میں بالشت بھر اور گز گز بھر مبتلا نہ ہو جائے''۔(احمد:8291)

ایک اور حدیث دیکھئے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا اور مطابق ہوں گے دونوں کے زمانے جیسے مطابق (Similar) ہوتی ہے ایک نعل دوسری نعل (Shoe) کے یہاں تک کہ اگر ہوگا ان میں کوئی شخص ایسا کہ وہ زنا (Sex) کرے اپنی ماں سے اعلانیہ تو ہوگا میری امت میں سے ایسا شخص کہ مرتکب ہو اس امر (کام) کا۔ اور بنی اسرائیل بٹ گئے 72 رفرقوں میں اور بٹے گی میری امت 73 رفرقوں پر، سب اہل جہنمی ہیں سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحابی (کتاب وسنت پر)''۔(ترمذی:2641)

ایک اور پیشینگوئی دیکھئے، نبی ﷺ نے فرمایا:''قریب ہے کہ تم پر کسی کم اہمیت آدمی کو امیر بنا دیا جائے اور اس کے پاس ایسے لوگ جمع ہو جائیں جن کی گدّیوں (Back of Neck) سے بال مڑے ہوئے ہوں گے، ان کی قمیص سفید رنگ کی ہوگی جب وہ ان کو کسی چیز کا حکم دینے لگے گا تو حاضر ہو جائیں گے''۔(صحیحہ:3759)

سلسلہ صحیحہ کی مشہور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میرے بعد ایک قوم یا مختلف حکمران ہوں گے جو میری سنت پر عمل نہیں کریں گے اور میری سیرت کے

علاوہ کوئی اور سیرت اختیار کریں گے، تو ان کے کچھ امور (کام) کو اچھا سمجھے گا اور بعض کو برا۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی ظاہر ہوں گے جو انسانوں کی شکل میں ہوں گے لیکن ان کے دل شیطانی ہوں گے''۔ (صحیحہ:3631)

آج کا مسلمان سنت پر کتنا عمل کر رہا ہے، اس کو دیکھ ہی رہے ہیں۔ کہا گیا کہ میری سیرت کے علاوہ دوسری سیرت اختیار کریں گے۔ اس سے مراد لباس اور رہن سہن وغیرہ لیا جا سکتا ہے۔ صورت بدل دی اور داڑھی رکھتے بھی ہیں تو وہ بھی اس قدر بگاڑ میں مبتلا ہیں کہ طرح طرح کے ڈیزائن بناتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں آج کی صورت حال کی پیشینگوئی کی گئی ہے جو پوری سچ ہو رہی ہے۔

سبحان اللہ! آج سے 1400 ر سال پہلے جب ان سب کا کوئی تصور اور خیال بھی نہیں کر سکتا تھا، تب نبی ﷺ نے ہر امر کے بارے میں ایسا فرما دیا جیسا آج کے دور کا معاشرہ ہے۔ وہ چاہے عبادات کا معاملہ ہو، پیدائش کے رسم و رواج ہوں، بچوں کی پرورش و تربیت ہو، شادی کی رسمیں ہوں، گھریلو زندگی کے معاملات ہوں، یا زندگی کی گزر بسر کے دیگر معاملات ہوں، سبھی شعبوں میں یہ امت اپنے سے پہلی امتوں (اہل کتاب) کے نقش قدم پر چلنے میں فخر محسوس کرتی ہے اور ایک دوسرے سے سبقت لینے کی جدوجہد میں لگی ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑے واضح انداز میں بیان فرما دیا ہے کہ:

(وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ)[البقرة:١٢٠]

''آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں''۔

اور فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ)[آل عمران:١٠٠]

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے''۔

اور پھر کوئی بھی عمل جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں ہو گا وہ رد ہو گا۔

اور ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت 85 ر میں فرمادیا گیا کہ:

(وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ)(آل عمران:۸۵)

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والا ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دوسروں کی مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں۔'' (ترغیب وترہیب:1364) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سفید بالوں کو رنگ کر تبدیل کرو، یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔'' (مشکوٰۃ:4455)

یاد رہے سفید بالوں کو کالا رنگ سے رنگنا (Black Dye) منع ہے۔ لیکن آج انھوں نے سر کے بالوں کے مختلف ڈیزائن بنائے تو اس امت کے نوجوانوں نے بھی ایک قدم بڑھ کر ان کی پیروی کی۔ کہیں ہاتھ میں بینڈ تو کہیں گلے میں طرح طرح کی مالائیں (Chain) کہیں اپنے لباس پر عجیب وغریب تصویریں تو کہیں ستر دکھاتی نیچی پینٹ۔ نہ جانے ایسے میں نمازوں کا بھی کیا حال ہوگا۔ اللہ امت کو گمراہی سے بچائے، آمین۔

جیسے دوسری قوموں کی مشابہت سے منع کر دیا گیا ہے، ایسے ہی اسلام میں مرد وعورت کو ایک دوسرے کی مشابہت سے بھی مناہی ہے، وہ چاہے عورت مرد کی کرے یا مرد عورت کی، یا پھر ہجڑوں کی۔ یہ مشابہت چاہے لباس میں ہو، چال ڈھال میں ہو، یا دیگر دوسرے طور طریقوں میں ہو، ان سب پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (ترمذی:2785)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو ہجڑے بن جاتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مرد بن جاتی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اپنے گھروں سے نکال دیا کرو۔ (احمد:1982)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف نظر (رحم) سے نہیں دیکھے گا: والدین کا نافرمان، شراب کا عادی اور دے کر

احسان جتانے والا۔ جب کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، والدین کا نافرمان، دیوث اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت''۔(صحیحہ:2456)

لیکن آج تو مسلمان عورتوں اور جوان لڑکیوں نے اپنی پوشاک کا زیادہ حصہ مردوں کے لباس کو ہی اختیار کرلیا ہے۔ جیسے جینس پینٹ، ٹی شرٹ، بوٹ، ہیٹ، رنگین بال اور مختلف خوبصورتی کے ذرائع، جو چست ہوتے اور بدن کو نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ سب آج اونچے طبقے اور پڑھے لکھے لوگوں کا مزاج بن گیا جو غریبوں اور دور دراز کے گاؤں میں بھی دستک دے رہا ہے۔اب چاہے یہ سب کھلا اور ظاہر ہو یا اوپر سے پہنے گئے عبایہ (برقعہ) سے ڈھکا گیا ہو، یہ مشابہت ہی رہے گی جس پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔افسوس کہ کچھ عورتیں پینٹ یا اسکرٹ اور ٹی شرٹ میں کھلے سر مسجد تک نماز کے لئے آتی دیکھی جاسکتی ہیں، جو مسجد میں اپنا سر رومال سے ڈھک لیتی ہیں۔

بنو ہذیل کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کا گھر حرم سے باہر اور مسجد حرم کے اندر تھا۔ میں ان کے پاس ہی تھا کہ ان کی نظر ابوجہل کی بیٹی ام سعید پر پڑی جس نے گلے میں کمان لٹکا رکھی تھی اور وہ مردانہ چال چل رہی تھی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ کون عورت ہے؟ میں نے انھیں بتایا کہ یہ ابوجہل کی بیٹی ام سعید ہے۔اس پر انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:''مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں اور عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد ہم میں سے نہیں''۔(احمد:6875)

اسراف، زینت، لباس، کھانہ وگھر

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ لوگ جن کے پاس کوڑے (Hunter) ہیں، بیلوں کی دموں کی طرح کہ لوگوں کو اس سے مارتے ہیں۔ دوسرے وہ عورتیں جو پہننے کے باوجود ننگی نظر آتی ہیں، سیدھی راہ سے بہکانے والی اور خود بہکنے والی ہیں۔ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کے مانند ایک طرف جھکے ہوئے ہیں، وہ جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نہ ملے گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی دور

سے آتی ہے‘‘۔(مسلم:2128)

اس حدیث میں فرمائی گئی پیشینگوئیاں اس دور میں پوری ہو رہی ہیں۔اس میں دو طرح کے جہنمیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور دونوں کی صفات بھی بیان فرما دی گئی ہیں۔پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو گائے بیل کی دم کی طرح کوڑے رکھتے ہیں، جیسے پولس یا دوسرے حفاظتی اہلکار (Security Personnel) یا عوام کے کچھ لوگ جو عداوت اور بغض کی بنا پر بے قصور لوگوں پر مار پیٹ اور ظلم کرتے ہیں۔دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے پہن کر بھی ننگی نظر آتی ہیں اور ان کی دوسری صفت ان کے سر پر نقلی بالوں سے بنائے ابھرے ابھرے جوڑے ہیں اور تیسری صفت ان کی مٹکتی (Attractive) یا مردانی چال اور طریقہ ہے۔

لباس پہن کر ننگی ہے‘ سے کئی مراد لی جاسکتی ہیں، جیسے کپڑے اتنے چست کہ بدن کا ہر حصہ دکھائی دے (Jeans. Slax, Leggie) یا باریک مہین پوشاک کہ جلد کا رنگ تک نظر آئے (Skin Colour) یا چھوٹے لباس جن سے بدن کا کچھ حصہ ڈھکا رہے اور کچھ کھلا (Skirt, Top) چست اونچی شلوار کہ نچلی پنڈلی بھی نظر آئے یا سر پورا یا کچھ حصہ کھلا رہے یا گردن اور بدن کا حصہ اور زیورات و سنگار کھلا جھلکتا رہے، اس طرح کی کئی مثال اس میں بیان کی جاسکتی ہیں۔

مطلب یہ کہ عورت پوری پردہ ہے۔اس کے بدن کا کوئی حصہ بے پردہ ظاہر نہ ہو اور اگر اس نے جینس یا اسکرٹ، ٹاپ (Jeans, Skirt, Top) پہن کر اوپر سے برقع بھی پہن لیا تب بھی یہ ملعون ہے، اس پر لعنت کی گئی ہے۔کیوں کہ یہ مردوں جیسی پوشاک ہے یا اس میں بے حیائی کی رسم شامل ہے۔ایسے لباس اور طور طریقوں سے اسلام کے سچے پیروکار ہمیشہ سے منع کرتے آئے ہیں۔

دوسری بات اس میں سر پر باہر کے بال یا کچھ دوسرے طریقہ سے سر کے بالوں کا ایسا جوڑا بنانا جو سر کے اوپر ہو اور باہر جھلکتا ہو، بھلے ہی یہ اوڑھنی وغیرہ سے ڈھکا ہی کیوں نہ ہو۔تیسرے اس کی چال، اس کا طور طریقہ یا انداز ایسا ہو کہ اس میں ایسی کشش آئے جو دوسروں کو مائل (Attract) کرے یا خود بھی دوسروں کی طرف مائل ہو۔یہ سب طریقے بے حیائی میں شمار

ہوں گے جس سے معاشرہ میں ایک ناسور جیسی بیماری کو جنم دیا ہے اور عورتوں پر ہونے والے جرائم میں بڑی تیزی سے اضافہ کیا ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، میری امت کے آخری زمانے میں لوگ کجاووں کی طرح کی زینو (سواری اوراس کی سیٹ) پر سوار ہوں گے اور مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے۔ ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، ایسی عوتیں ملعون ہیں، ان پر لعنت کرنا۔ اگر تمہارے بعد کوئی اور امت ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی خدمت کرتیں جیسا کہ تم سے پہلے والی امتوں کی عورتوں نے تمہاری خدمت کی ہے۔ (صحیحہ:3732)

لوگوں میں پنپ رہی Luxury، اسراف (Extravagance) اور ریا و نمود (Show) کا دور ہے۔ معاشرہ اس میں جکڑتا جا رہا ہے۔

میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: جب ''دین میں فساد آ جائے گا، خوں ریزی بڑھ جائے گی، بناؤ سنگار عام ہوگا، بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی، رغبت بڑھ جائیگی، بھائیوں میں اختلاف بڑھ جائے گا، بیت عتیق جلا دیا جائے گا تو تمہارا کیا بنے گا؟''۔ (صحیحہ:3623)

آج بیوٹی پارلروں کی کمی نہیں بلکہ ایک دوسرے سے سبقت لی جا رہی ہے، بناؤ سنگار کی یا اس کے سامان کی بہتات ہے، بناؤ سنگار عام ہوگیا ہے اور تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ معاشرہ میں بے حیائی اور جرائم کی ایک وجہ بنتا جا رہا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتی کہ لوگ ایسے گھر نہ بنالیں جو نقش و نگار والے کپڑوں سے ملتا جلتا ہو''۔ (ادب المفرد:459)

یہ پیشینگوئی بھی سچ ہوگئی، گھروں کی خوبصورتی، اس میں ڈالی گئی فرنیچر، شوکیس وغیرہ اور ان کی Display Items کا رواج عام ہوگیا۔ طرح طرح سے گھروں کو سجایا جاتا ہے اور تعلیمی اداروں میں اس پر اونچے درجوں کی ڈگریوں تک کے کورس پڑھائے جاتے ہیں Inerior Decoration جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا رواج کتنا اور مستقبل (Future) کیا ہے۔

ایک دوسری حدیث پر بھی غور کیجئے۔علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''تم آج بہتر ہو یا اس وقت جب کہ تم کا کوئی صبح کرے گا گوشت اور روٹی کے ایک بڑے برتن پر اور شام کرے گا ایک دوسرے بڑے برتن پر اور صبح ایک لباس پہنے گا اور شام کو دوسرا، اور اپنے گھروں کی دیواروں کے ساتھ کعبہ کے غلاف کی مانند (طرح) لٹکاؤ گے۔ہم نے کہا بلکہ ہم اُس دن بہتر ہوں گے کیونکہ ہم عبادت کے لئے فارغ ہوں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تم آج بہتر ہو''۔(صحیح الترغیب:2142)

سبحان اللہ! نبوت کی نشانی یہ حدیث بھی اور اس کی پیشینگوئیاں سچ ثابت ہوئیں۔غور کیجئے! یہ سب ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس وقت فرمایا جب اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ کو جسم ڈھکنے کو دو کپڑے (چادر) تک نصیب نہ ہوتے تھے۔کھانے کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی وقت تک کھانا نہ ملتا۔ پیٹ پر پتھر باندھتے اور اس حالت میں کام بھی کرتے۔پیڑ کی پتی کھاتے اور بھوک مٹاتے، شدت کی گرمی کے موسم میں کئی ہفتوں کا جہاد یا سفر ہوتا اور ایک ایک کھجور دن بھر کے کھانے میں ملتی۔ان حالات میں کیا کوئی بڑے سے بڑا دانشور یا فلاسفر یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ آج سے 1400 سال بعد ایسا دور بھی آئے گا؟ دیکھئے 1400 سال پہلے تو بہت دور کی بات ہے کیا 1960ء کے زمانے تک بھی ایک ہندوستانی یہ سوچ سکتا تھا کہ ہر آدمی کو صبح ناشتہ میں کئی کئی ڈش، دوپہر کو الگ الگ کھانے اور شام کو کئی طرح کے کھانے ملیں گے؟ جبکہ اس وقت عام آدمی کو دو وقت کی سادی روٹی بھی مشکل سے نصیب ہوتی تھی۔سرکار آبادی کو الزام دیتی ہے اور آج وہی آبادی ایک نعمت اور کھانے کے غلہ کی بھرمار۔یہ ہے آج کا دور اور مستقبل کی جھلک۔ابھی تو Luxury اور زینت اور زمین کا اپنی برکتیں اگلنے کا دور آنا باقی ہے۔

آج کا دور مستقبل کی ایک جھلک سمجھ لیجئے۔جب اس شروع کے دور میں High Calorie Intake سے لوگ موٹاپا، Cholestrol, Sugar اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو کر، اچانک موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔تو آگے مستقبل کیسا ہوگا؟ اس کا عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔یہ ریاکاری (دکھاوا)، زینت، شوبازی، غرور اور عیش و آرام کا دور ہے، جس میں آدمی اپنی آمدنی اور حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا نظر آتا ہے۔اور ایک اور بڑے گناہ میں

پھنستا جا رہا ہے۔ جب الگ الگ بینکوں سے قرض لے کر اپنی خواہشات کو انجام دیتا ہے، اپنی استطاعت سے زیادہ قرض میں ڈوب جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کا بوجھ لادے مر بھی جاتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ شہید بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک اس کا قرض وارث ادا نہ کر دیں۔ جبکہ شہید کے خون کی بوند زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسلام میں اسراف اور فضول خرچی سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور قرآن و احادیث میں اس کی مناہی موجود ہے کہ اللہ اسراف کو پسند نہیں کرتا۔

دنیا پرستی

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم پر دنیا ایسی برسائی جائے گی کہ اگر کسی کے دل میں ذرا سی بھی کجی ہوگی اس کی کجی اور بڑھ جائے گی۔ اور قسم ہے اللہ کی میں نے تم کو اسی شریعت پر چھوڑا ہے کہ رات اور دن اس کا برابر ہے''۔ (ابن ماجہ:5)

ایک اور حدیث: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے اس کا ڈر نہیں رہا کہ تم دوبارہ مشرک بن جاؤ گے، بلکہ مجھ کو جو ڈر ہے وہ یہ ہے کہ تم دنیا کے مزوں میں پڑ کر کہیں ایک دوسرے سے رشک وحسد نہ کرنے لگو''۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

ایسی ہی مسند احمد کی ایک اور حدیث، عمر بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے تم پر غریبی کا ڈر نہیں بلکہ مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادگی کی گئی تھی اور تم ان میں ان کی طرح مقابلہ بازی کرنے لگو گے اور تم اسی طرح غفلت میں پڑ جاؤ گے جیسے وہ غفلت میں پڑ گئے''۔ (احمد:17366)

زمانہ بیتنے کے ساتھ ساتھ زمین اپنی نعمتیں اگلتی جا رہی ہے۔ مال و دولت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگوں میں مال بڑھ رہا ہے، جہاں پہلے لوگ دو وقت کے کھانے اور ایک جوڑا لباس کو ترستے تھے، وہاں اب گھر ان چیزوں سے بھرے رہتے ہیں، سب طرف مال کی کثرت نظر آتی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ لوگوں میں مال کی طمع اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص اور ہوس لگی رہتی ہے، جیسے کہ ان احادیث میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت قریب آ چکی ہے لیکن لوگوں میں (دن بدن) دنیا کی حرص بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ سے دوری میں اضافہ ہوگا۔(صحیحہ:3669) جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ دین میں کمی ہوگی، امت دین سے دور ہوتی جائے گی، علم اٹھ جائے گا اور یہ تمیز نہیں رہے گی کہ مال حلال کمایا یا حرام۔ بس ہر شخص اس دنیا کے پیچھے بھاگ رہا ہے جو نہ کسی کی ہوئی نہ ہوگی۔

یہ سب تب ہے جب اللہ اور اس کے رسول نے امت کو دنیا کے لالچ و حرص سے بہت ڈرایا، ایک حدیث میں آتا ہے (جس کا مفہوم ہے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ سے دریافت کرتے ہیں کہ تم میں ایسا کون ہے جو دوسرے کے مال سے محبت کرتا ہے؟ سب نے کہا، ایسا کون ہوسکتا ہے؟ سب اپنے اپنے مال کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو تمہارا مال تو صرف وہ ہے جو تم نے پہن لیا اور بودا کر دیا، جو تم نے کھایا اور جو تم نے آگے بھیجا، باقی جو بچا وہ تمہارے وارث کا ہے جس کو چھوڑ کر تم چلے جاؤ گے۔[صحیح مسلم:۲۹۵۸]

اس حدیث میں کیا بہترین مثال اور زندگی کا نچوڑ ہے، یعنی جو چھوڑ کے چلے جانا ہے اس کی فکر میں اسی کو جمع کرنے میں زندگی بسر کر دیتے ہیں۔ نہ جانے کتنا گناہ و ظلم انسان اس کے لئے کرتا ہے۔ سود خوری، انشورنس، خیانت، جھوٹ، فریب، لوٹ مار اور حرام خوری جیسے بڑے بڑے گناہوں میں بھی پھنس جاتا ہے، کس کے لئے؟ صرف اس مال کے لئے جسے وہ کبھی استعمال نہ کر سکے گا۔ کتنا نادان ہے یہ انسان، گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر لادے جہنم کا ایندھن خود بنے گا اور اس جمع کئے مال کا وارث کوئی اور ہوگا، جو اس کے عذاب کو نہ ہلکا کر سکے گا نہ وہ کسی کام آئے گا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے یادگار قول پر غور کیجئے، جب اپنی اولاد کو نصیحت کر رہے تھے کہ میں تمہارے لئے کوئی مال و دولت چھوڑ کر نہیں جا رہا اور میں اس سے مطمئن ہوں، کیونکہ اگر تم نیک صالح ہوئے تو اللہ تمہیں حلال رزق سے نواز دے گا اور اگر نالائق، گناہگار ہوئے تو مجھے تسلی ہے کہ تم میرے مال سے گناہ نہیں کرو گے۔

کاش آج کا مسلمان اس اللہ پر توکل کرے، جو سب سے بہترین رازق ہے، اور حرام خوری

سے بچ کر دنیا کے دھوکے سے محفوظ رہے۔ لوگو! ذرا اللہ کی عبادت وشکر گزاری کے لئے بھی کچھ فارغ ہو جائیں، جس میں دنیا وآخرت کی خیر رکھی ہے۔

ایک اور حدیث دیکھئے! جس میں آج کے لوگوں کا پورا نقشہ ہی بیان کر دیا گیا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جنہیں مختلف نعمتوں سے نوازا گیا لیکن انھوں نے (آخرت کو بھلا کر) قسم قسم کے کھانوں اور رنگا رنگ لباس پر بھرپور توجہ دینا اور فصیح وبلیغ گفتگو کرنے کے لئے باچھوں کو موڑنا شروع کر دیا''۔ (صحیحہ:2226)

اس سے مراد طبقہ اسرافیہ ہے جو پیسے کی ریل پیل میں آنکھیں کھولتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسرے بڑی بڑی خوشنما باتیں کرتے ہیں، جو دین سے اور اللہ کے احکام سے دور رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بدترین کہا گیا۔ آج کے دور کے مسلمان اپنا محاسبہ خود کریں کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں، جب یہ برائیاں امت میں آجائیں تو اللہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کر سکتا ہے، اس کا اندازہ بھی اس حدیث کی پیشینگوئی سے لگ جاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''جب لوگ دینار و درہم (مال و دولت) میں بخل (کنجوسی) کرنے لگیں، عمدہ و بڑھیا چیزیں خریدنے لگیں، گائے کی دموں کی پیروی کرنے لگیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیں تو اللہ ان پر مصیبتوں کو نازل فرمائے گا اور اس وقت تک انھیں دور نہیں کرے گا جب تک لوگ دین کی طرف واپس نہ آجائیں''۔ (احمد:4825)

یہ سب آج کے معاشرہ میں گھر کر گئی ہے، اس لئے امت طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہے۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ امت کے لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر لوٹ آئیں، افسوس کہ امت ایسا کرتے نظر نہیں آتی، کیونکہ جن چیزوں سے رہنمائی حاصل ہوتی ہو (قرآن و صحیح احادیث) ان کو تو چھوڑ ہی دیا گیا ہے۔

سعید بن ابو سعید مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تم لوگ مسجدوں

کو مزین کروگے اور مصاحف (قرآن) کو خوبصورت بناؤ گے تو تم پر ہلاکت و بربادی ہوگی۔(صحیحہ:3610) آج مسجدوں کی خوبصورتی دیکھ لیجئے اور قرآن کو مزین بنا کر، یعنی خوبصورت غلاف میں بند کر کے شوکیس یا طاقوں میں رکھ دینا، اس کو نا سمجھنا اور حرام وحلال سے ناواقف ہونا، یہ سب کچھ موجودہ دور میں عام بلکہ فخر کی بات سمجھی جاتی ہے۔

ایک اور حدیث دیکھئے! جس میں آج کے معاشرہ کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے پہلے ہلاک ہونے والے تمہارے قوم کے لوگ ہوں گے۔ میں نے عرض کیا، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، کیا بنو تمیم کے لوگ مراد ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ قریش کا یہ قبیلہ، ان کے سامنے خواہشات مزین ہو جائیں گی اور لوگ ان سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور یہی سب سے پہلے ہلاک ہونے والے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ان کے بعد لوگوں کی بقا کیا رہ جائے گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا یہ ایک بیماری ہوگی جسمیں مضبوط لوگ کمزوروں کو کھا جائیں گے اور انہی پر قیامت ہو جائے گی۔(احمد:25024)

آج مال ودولت چند امیر لوگوں کے پاس سمٹتی جارہی ہے۔ امیر دن بدن امیر اور غریب اور زیادہ غریبی میں جکڑتے جارہے ہیں۔ امیر لوگوں میں نئی نئی خواہشات پیدا ہو رہی ہیں، جس پر دل کھول کر مال خرچ کیا جاتا ہے۔ ایسی ہی کچھ اس حدیث میں پیشینگوئی ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ ان کے دل عجمیوں کے دلوں کی طرح ہو جائیں گے۔ میں نے کہا، عجمیوں کے دلوں سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، دنیا کی محبت۔ ان کا انداز بدّوؤں کی طرح ہوگا۔ ان کو رزق کی جو صورتیں ملیں گی وہ ان کو جانوروں پر لگا دیں گے۔ وہ جہاد کو تکلیف اور زکوٰۃ کو چٹی تصور کریں گے۔(صحیحہ:3777)

آج کے دور میں لوگ تھوڑا سا مال زکوٰۃ اور صدقات میں دینے سے گریز کرتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں کتے، بلی، چیتے جیسے جانوروں کو پالنے اور اپنے ساتھ رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور معاشرہ بھی ایسے لوگوں کو Celebrity کہہ کر ان کو عزت دیتا ہے۔

یہ حدیث بھی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبی امور کے بارے میں جو خبر دی وہ اس زمانے میں پوری ہو چکی ہیں۔ لوگوں کے پاس کثرت کے ساتھ مال و دولت موجود ہے، اپنے کپڑوں، دکانوں، مکانوں اور قیمتی گاڑیوں پر لاکھوں خرچ کرتے ہیں، لیکن جب زکوٰۃ یا کسی مستحق غریب پر صدقہ کرنے کی باری آتی ہے تو پچاس ساٹھ روپیوں کو ہی کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔

اونچی اونچی عمارتوں اور ان کی سجاوٹ پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کی جائیں گی اور اس کی ہوڑ لگے گی جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی جبرائیل علیہ السلام کی معروف حدیث میں قیامت کی نشانیوں میں بیان فرمایا گیا کہ تم دیکھو گے کہ جن کے پاؤں میں جوتا اور تن پر کپڑا نہیں ہے اور جو بکریاں چرانے والے ہیں وہ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں گے اور ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے اور پھر فخر کریں گے۔ (صحیح مسلم:۸)

ایسی بے شمار احادیث اللہ کے نیک بندوں اور سلف امت نے اپنی کتابوں میں محفوظ کی ہیں جن میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارکہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آخر زمانہ کی صفات اور خصلتوں کی غیبی امور کی پیشینگوئیاں فرمائی ہیں۔

آخر میں ایک اور حدیث بیان کرنا مناسب لگتا ہے۔ نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''قیامت سے پہلے فتنے اس طرح رونما ہوں گے جیسے تاریک رات کے حصے ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک آدمی صبح کو مسلمان ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مسلمان ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا، اور لوگ اپنے دین و اخلاق کو دنیا کے ذرا سے مال و متاع کے بدلے بیچ دیں گے''۔ (احمد:18594)

حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں، ان کی شکلیں تو ہیں لیکن عقل نام کو نہیں، جسم تو ہے لیکن دانائی کا نام نہیں، یہ آگ کے پروانے اور حرص و ہوس (خواہش) کی مکھیاں ہیں جو صبح و شام دو دو درہم لے کر خوش ہو جاتے ہیں اور ایک بکری کی قیمت کے بدلے اپنا دین فروخت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ دنیا سے محبت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج امت پر طرح طرح کی مصیبتیں آ پڑیں اور اس امت

کے خلاف دنیا کی قومیں ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دے رہی ہیں جیسے کھانے کی میز پر دعوت دی جاتی ہے۔ تعداد تو کثیر ہے مگر امت مغلوب اور پست نظر آتی ہے۔

سوشل میڈیا اور صحافت

(Social Media & Journalism)

عمرہ بن تغلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''علامات قیامت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مال و دولت خوب بڑھ جائیں گے، قلم کا ظہور ہوگا اور تجارت خوب وسیع ہوجائے گی''۔ (احمد:24296)

ایک دوسری حدیث، جو پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، لوگوں میں مثناہ عام ہوگی کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکے گا۔ کہا گیا کہ مثناہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جو چیز قرآنی (علم) کے علاوہ لکھی جائے۔ (صحیحہ: 3586)۔

عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چیز علامات قیامت میں سے ہے کہ مال پھیل جائے گا، جہالت عام ہوجائے گی، فتنے ابھر پڑیں گے، تجارت عام ہوجائے گی اور علم عام ہوگا''۔ (صحیحہ:3589)

یہ احادیث نبوت و رسالت کی دلائل ہیں۔ ان میں پیشینگوئیاں کی گئی ہیں کہ:

☆ قلم کا ظہور ہونا۔ (Literacy, Education, Journalism)

☆ علم قرآن کے سوا دوسرا زیادہ ہوگا۔ (Wordly Knowledge)

☆ علم کا عام ہونا۔ (Knowledge Wide Spread)

آج کل ملکوں کی حکومتیں تعلیم (Literacy) کو بڑھانے کی بہت کوشش کر رہی ہیں اور اس سے تعلیم کے اعداد و شمار (Literacy Rate) میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ قریب ہر انسان اب پڑھا لکھا ہے۔ دوسرے قلم ایجاد ہوگا سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ Literature عام ہوجائے

گا، جیسا کہ آج دیکھنے میں آتا ہے۔ پرنٹ کتابیں (Literature, News Paper, Stories) ہوں یا Internet Browsing جہاں ہر طرح کی جانکاری موجود ہے اور حاصل کی جاسکتی ہے۔ قلم کا ظہور ہونا سے مراد Social Media کا ظہور میں آنا بھی ہوسکتا ہے، جہاں اس نے پوری دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے، بلکہ حکومتوں کے بننے اور بگڑنے تک میں اہم کردار (Role) ادا کرتا ہے۔ معاشرے کو تو اس نے بگاڑ کر اس کی تہذیب اور اخلاق کی دھجیاں ہی اڑا کر رکھ دی ہیں facebook, twitter, whatsapp اور نہ جانے کیا کیا نئے نئے Apps ظہور میں آئیں گے۔ اللہ امت کو ان کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

علم عام ہوگا سے مراد قرآن و اسلامی شریعت کے علم کے علاوہ (یہاں تو جہالت بڑھنے کی پیشینگوئی ہے) دنیاوی علم کا عام ہونا ہے، آج کا زمانہ سائنس کا زمانہ ہے (Era of Science & Technology) جس میں علم سائنس (Scientific-Knowledge) تکنیکی جانکاری (Technology) کمپیوٹر سائنس (Computer Science) تجارتی جانکاری (Business Management) اسپیس تکنیک (Space Technology) وغیرہ نہ جانے کتنے شعبے (Branches, Disciplines) ہیں اور بنتے جا رہے ہیں جن کی اونچی اونچی ڈگری کورس (Higher Degree Courses) آج دیئے جا رہے ہیں۔ اس طرح ان احادیث میں بیان ہوئی پیشینگوئیاں سچ ہو رہی ہیں۔

شراب، موسیقی اور سود

(Wine, Music & Interest)

ابو مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: ''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا (Sex) ریشم، شراب اور باجوں (Music) کو جائز قرار دیں لیں گے''۔ (بخاری)

ایک دوسری حدیث جو ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: ’’میری امت سے کچھ لوگ شراب پئیں گے اس کا نام بدل کر، موسیقی کے آلات (Instruments) استعمال کئے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دیگا اور انھیں بندر اور خنزیر میں تبدیل کر دے گا‘‘۔(ابن ماجہ:4020)

ایک اور حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے قریب سود، زنا اور شراب عام ہو جائے گی‘‘۔(ترغیب وترہیب:96)

ان احادیث میں بیان کی گئی سبھی پیشینگوئیاں سچ ثابت ہو رہی ہیں، لغویات اور بے حیائی سے بھرے گانا بجانا اور ناچنا کودنا ہو یا حرام کی گئی نشہ آور چیزیں ہوں، یہ نشہ آور چیزیں شراب یا ان سے الگ دوسری چیزیں بھی عام ہوگئی ہیں، وہ چاہے نام بدل کر اور خوبصورت خوبیوں کے بیان اور فائدوں کے ساتھ ہو، سب آج امت میں عام ہوگئی اور امت کو تباہی و بربادی کی طرف لے جا رہی ہیں۔ خاندان اور کنبے ٹوٹ رہے ہیں۔ غریب یا امیر سب ان میں شامل نظر آتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اپنے چھوٹے چھوٹے فرمانبردار معصوم بچوں اور بیوی تک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، اپنی تھوڑی سی دن بھر کی مزدوری اور کمائی کو ان میں لگا کر شام کو مدہوش گھر لوٹتے ہیں، یہ سب کبیرہ گناہ ہے اور اللہ نے ان پر عذاب کی دردناک مار کی وعید سنائی ہے۔

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: عائشہ رضی اللہ عنہا! تم اسے جانتی ہو؟ انھوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بنوفلاں کی مغنیہ (گانے والی) ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ وہ تمہارے لئے گائے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تھال دیا، اس نے اس پر گایا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ شیطان نے اس کے نتھنوں میں پھونک ماری ہے (اس نے پیشہ بنا رکھا ہے)۔(صحیحہ:2581)

کچھ لوگوں نے اس حدیث سے دلیل لے کر گانوں اور موسیقی کو جائز قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم پڑتا ہے کہ ڈھب جیسے باجوں کے سوا دوسرا کچھ جائز نہیں، اور وہ بھی نادر اور عید وغیرہ کی مناسبت پر، بانسری، موسیقی وغیرہ کی ممانعت کی احادیث موجود ہیں۔ اور اسے لغو اور بے حیائی میں شمار کیا گیا ہے، پھر اس حدیث میں فرما دیا گیا کہ یہ گانا بھی شیطان سے

تھا یا شیطانی عمل ہے اور ہر شیطانی عمل اسلام میں منع اور مردود ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی آجائے گی، جب لعن طعن عام ہوگا، لوگ شراب پئیں گے، (مرد) ریشمی لباس پہنیں گے، جب گانے بجانے کے آلات (Instruments) اور گانے والیاں عام ہوجائیں گے۔ مرد مردوں سے عورت عورتوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرنے لگیں گی''۔(صحیح الترغیب:2054)

اس حدیث میں دوسری پیشینگوئیوں کے ساتھ موسیقی اور شراب پینے کا ذکر ہے اور ان گناہوں پر امت کی تباہی کی خبر دی گئی ہے، جس سے آج امت گزر رہی ہے۔ آج کا مسلمان موسیقی میں اتنا ڈوب گیا ہے کہ زیادہ تر وقت موبائل وغیرہ پر گانے اور موسیقی سننے میں لگاتا ہے۔ چاہے وہ سفر میں ہو یا گھر اور کام پر، کاش اپنے قیمتی وقت کو موبائل پر ہی نفع بخش اور مفید باتیں سننے میں لگاتا جس سے اس کی اور اس کے ماتحت بیوی بچوں کی بہتر رہنمائی ہوتی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پہلی چیز جیسے اسلام سے بدل دیا جائے گا، وہ شراب ہے۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیسے ہوگا؟ حالانکہ اللہ نے پوری وعید (Warning) فرمادی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اس کا نام تبدیل کردیں گے''۔(صحیحہ:3691)

یعنی سب سے پہلے جس حرام کو شریعت اسلام سے ہٹا دیا جائے گا، اسے حلال کرلیا جائے گا، وہ شراب ہے، سب سے پہلے یہی برائی امت میں پنپے گی جو سب برائیوں کی ماں ہے۔

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑ کر کہا کہ تجھے چند کاموں میں سے ایک کام کرنا ہے، اب تیری مرضی جو تو پسند کرے؛ یا تو شراب پی، یا کسی کا قتل کر یا زنا (Sex) کر یا خنزیر کا گوشت کھا، اور اگر تو انکار کرے تو یہ لوگ قتل کردیں گے۔ چنانچہ اس شخص نے شراب پینے کو اختیار کیا، جب اس نے شراب پیا' تو سارے گناہ کر بیٹھا، جو گناہ اس سے وہ لوگ کرانا چاہتے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص شراب پیتا ہے، اس کی 40/دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کے پیٹ میں

شراب کا تھوڑا سا حصہ بھی ہو تو اس پر ضرور جنت حرام کردی جاتی ہے اور شراب پی کر 40 دن کے اندر مرا تو جاہلیت کی موت مرا"۔ (مستدرک الحاکم: 7236، صحیح الترغیب: 2370)

دیکھئے! شراب کیسے دوسرے گناہوں کو کراتی ہے اور اس کی سزا بھی کیسی کہ 40 دن کی عبادت ضائع اور نامقبول ہو جاتی ہے اب کچھ دلائل سود کے بارے میں دیکھتے ہیں۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (آل عمران: ۱۳۰)

"اے ایمان ولو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہیں نجات ملے"۔

امام بخاری اس آیت کو لا کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا، اس وقت آدمی کچھ پرواہ نہ کرے گا اس نے حلال سے کمایا یا حرام سے۔ (کتاب التجارۃ)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں سب سے آخری آیت سود سے متعلق نازل ہوئی ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتقال سے پہلے اس کی مکمل وضاحت کا موقع نہ مل سکا، اس لئے سود کو بھی چھوڑ دو اور جس چیز میں ذرا بھی شک ہو تو اسے بھی چھوڑ دو"۔ (سنن ابن ماجہ: 2276، مسند احمد: 246)

اور ایسا نہ کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں نازل فرمایا:

(فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ) [البقرۃ: ۲۷۹]

"اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

آج کا مسلمان (سوائے جن پر اللہ کا کرم ہوا) یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ بنا سود یا Interest کے بھی زندگی بسر ہو سکتی ہے، کاروبار چل سکتا ہے یا لین دین کے معاملات بخوبی کئے جا سکتے ہیں۔ حجت بازی (Arrogance) جو ایک قیامت کی نشانی ہے' سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ آج ناممکن ہے۔ کچھ لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی تجارت میں موجود تھا، جو یا تو دین میں ناسمجھی ہے یا بہتان ہے۔

آج کے کچھ علماء سوء کا بھی ایسی سوچ بنانے میں پورا تعاون ہے، یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ دارالحرب (ایسے ملک جن سے مسلمان جنگ کر رہے ہیں) میں سود جائز ہے۔ یہ شریعت کے خلاف بات ہے اس پر اللہ نے کھلی جنگ کا اعلان فرمایا ہے۔ اب بھی اگر امت نہ مانے تو اسے اللہ کی سزا سے کون بچا سکتا ہے؟ کالی رات کی طرح امت پر برسنے والے فتنوں کا ظہور ان جیسے گناہوں کا ہی سبب ہے۔

گناہ اور فحاشی

(Sins & Sex Corruption)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علامات قیامت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت چھا جائے گی اور بدکاری (زنا،Sex) کا دوردورہ (Common) ہوجائے گا''۔(احمد:12555)

انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ: ''بدزبانی (بے حیائی والی فحش زبان) اور زنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں''۔(صحیحہ:3592)

یہ پیشینگوئیاں بھی نبوت کی دلیل ہیں اور آج کے زمانے میں سچ ثابت ہوگئی ہیں۔ بدکاری بڑھتی جا رہی ہے اور اس سے متعلق گانا، بجانا، ناچ، کتابیں، قصہ کہانیاں کلب اور پبس (Clubs & Pubs)،سوشل میڈیا، ٹی وی سیریلس(Social Media, TV Serials) ایک کے بعد ایک بارش کی طرح رونما ہوکر آج دور دراز کے علاقوں میں بھی ایک بیماری کی طرح پھیل گئی ہے، اوراس سے متاثر ہوکر جوان، بچے، بچیاں کیا نہیں کر رہی ہیں۔Boy Friend اور Girl Friend ایک عام رواج بنتا جارہا ہے اور پھراس سے معاشرہ(Society) کا کیا بگاڑ ہورہا ہے؟ سب کو معلوم ہے۔ ان سب ہلاکت خیز برائیوں کی نشاندہی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 1400 سال پہلے ہی کردی تھی۔

ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے تمہارے متعلق ان گمراہ کن

خواہشات سب سے زیادہ اندیشہ ہے جن کا تعلق پیٹ اور شرم گاہ سے ہوتا ہے“۔(احمد:20011)

ابو سبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں آیا ہے کہ:”اللہ کسی قسم کی بے حیائی کو پسند نہیں کرتا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ہر طرف سے بے حیائی عام نہ ہوجائے“۔(احمد:6514)

انسان سے اکثر گناہ ہوجاتے ہیں، یا تو اسے اس کے گناہ ہونے کا علم نہیں ہوتا، یا انجانے میں کر گزرتا ہے یا خواہش میں گرفتار ہوکر کر بیٹھتا ہے، مگر دل میں گناہ جانتے ہوئے پچھتاوا ہوتا ہے اور پھر اپنے رب سے راغب (Inclined) ہوکر توبہ واستغفار میں لگ جاتا ہے۔ لیکن آج کا معاشرہ کچھ ایسا ہوتا جارہا ہے کہ گناہ کو گناہ نہیں مانتا اور اپنے مزے کے لئے اس کا لطف اٹھاتا ہے اور پھر شیخی مارتا ہے اور فخر بھی کرتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:”مجھے تم پر فقر و فاقہ (Hunger) کا اندیشہ نہیں، بلکہ مجھے تم پر مال کی کثرت کا اندیشہ ہے، اور مجھے تم پر غلطی کا اندیشہ نہیں بلکہ مجھے تم پر جان بوجھ کر (گناہ کرنے کا) اندیشہ ہے“۔(احمد:10971)

بدکاری کی ہر شکل اب موجود ہے، یہاں اس برائی کو دیکھ لیں جس کو کرنے والی قوم کو اللہ نے بدترین عذاب سے ہلاک کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”سب سے زیادہ خوف کی چیز جس سے میں ڈرتا ہوں اپنی امت پر، وہ قوم لوط کا عمل ہے“۔(ترمذی:1457)

اللہ اور کے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب یہ گناہ امت میں آجائے تو اللہ کی ناراضگی اور عذاب اس کو گھیر لیتا ہے۔ آج زنا اور بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے، اس لئے امت کی پسماندگی اور مغلوبیت ومصیبتوں سے دوچار ہونا اس سب کا سبب ہوسکتا ہے۔(اللہ اعلم)

میمونہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:”میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک ان میں ناجائز اولاد کی کثرت نہیں ہوگی اور جب اس میں ناجائز اولاد کی کثرت ہونے لگے تو پھر وہ وقت قریب ہوگا' جب اللہ کا عذاب ان سب کو گھیر لے گا“۔(احمد:27367)

امت میں لغویات عام ہونے کے ساتھ ہی ساتھ قبولیت کی شکل بھی اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ (Live in Partnership) ایک ایسی برائی ہے، جو زنا کو حلال سمجھنے اور لغویات اپنانے سے پیدا ہوئی ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہی ہوتی ہے، جو نسب (Lineage) بھی برقرار اور اس میں پاکیزگی نہیں رکھ پاتی۔

اختلاط (Free Society)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ ضرر رساں (نقصان دہ) نہیں رہے گا''۔ (بخاری، کتاب نکاح)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اپنے کئے عہد توڑ دیں گے، اور امانت میں خیانت کریں گے۔ (ابن ماجہ:3957)

آج کے زمانے میں عورت ایک بڑا فتنہ بن کر ابھری ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس سے ہونے والی خرابیاں کس قدر پھیل چکی ہیں، آج شرم وحیا نام کی چیز اٹھتی جا رہی ہے۔ فرمایا گیا کہ جس میں حیا (شرم) ہی نہیں وہ اب چاہے جو کرے یعنی اس کا اخلاق اس کو کوئی گناہ کرنے سے نہیں روکے گا کیوں کہ وہ اسے کھو چکا ہے۔

جب امت میں گناہ عام ہو جائیں تو وہ اپنے معیار، رتبہ اور وقار سے گر جاتی ہے اور جب گناہ عام ہو جائے' تو اللہ کی ناراضگی مختلف شکل میں آ پڑتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب زمین میں برائی عام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر اپنا عذاب نازل کرے گا، اگر ان میں نیک لوگ ہوئے تو وہ بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے پھر اللہ کی رحمت کی طرف لوٹ آئیں گے''۔ (صحیحہ: 3612)

گناہ اور برائی کہیں بھی ہو، وہ چاہے ظاہر ہو یا پوشیدہ، اللہ کی نظر سے نہیں بچ سکتی اور وہ سب دیکھتا سنتا ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جانتا ہوں ان لوگوں کو جو قیامت کے دن تہامہ (مکہ یمن

کا ملک) کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو اس غبار کی طرح کر دے گا جو اڑ جاتا ہے۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان کر دیجئے اور کھول کر بیان فرمایئے تاکہ ہم لاعلمی میں ان میں نہ ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم جان لو کہ وہ لوگ تمہارے بھائیوں میں سے ہیں اور تمہاری قوم میں سے اور رات کو اسی طرح عبادت کریں گے جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ لوگ یہ کریں گے، جب اکیلے ہوں گے تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے۔ (ابن ماجہ:4245)

دن بھر ظاہری عمل صالح اور رات کو تہجد سے کمائی پہاڑ برابر نیکیوں کو، اکیلے اور تنہائی میں حرام و منکرات والے کئے گئے عمل ضائع کر دیں گی۔ آج لوگوں کا اکیلے میں سوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور موبائل پر جو وقت گزرتا ہے۔ اس کو گیمس اور تنہائی کے ویڈیو وغیرہ میں ضائع نہ کر کے نفع بخش اور مفید لٹریچر (Literature) کو پڑھنے اور سننے میں لگانا چاہئے۔ یاد رہے ''آج عمل ہے حساب نہیں، جبکہ کل حساب ہوگا عمل نہیں''۔

ہر مذہب میں عورت مرد کے رشتوں کو پاکیزگی (Sacredness) عطا کی گئی اور یہ تعلیم دی کہ برائی گناہ ہے اور ہر گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن آج عورت مرد کے بیچ کی دوری ختم ہو گئی اور دن رات کھلے یا اکیلے میں ساتھ بتانے میں کوئی شرم و روک محسوس نہیں کرتے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس امت کے کچھ لوگ کھانے، پینے اور لغویات (Immoral Things) میں رات گزار دیں گے''۔ (صحیحہ: 3694) اور وہ لہو ولعب یہاں تک جا پہنچے گی کہ ہر دین اور مذہب کے اخلاق کو مٹا کر رکھ دے گی، جیسا کہ اس حدیث میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی آجائے گی۔ جب لعن طعن (گالی وغیرہ) عام ہوگا۔ لوگ شراب پییں گے، مرد ریشمی لباس پہنیں گے، جب گانے بجانے کے آلات (Instruments) اور گانے والیاں عام ہو جائیں گی، مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرنے لگیں گے''۔ (ترغیب وترہیب:1057)

یہ پیشینگوئیوں کی حدیث نبوت اور رسالت کی دلیل ہے۔آج سے 1400 سال پہلے ان برائیوں کا تصور بھی نہیں رہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کرا دی جو آج ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب اس امت سے ہے جو امت خیر اور نیکیوں کی طرف بلاتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے اور جن کے دل اللہ کے خوف سے لرز جاتے ہیں کہ گو یا جو نیک صالح اعمال وہ کر رہے ہیں وہ قبول بھی ہوں گے یا نہیں، برائیوں کے بارے میں تو وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ یہ برائیاں اسی امت میں پیدا ہوں گی۔ آج حرف بہ حرف سچ ثابت ہو رہی ہیں، بات یہیں تک نہیں پہنچی بلکہ اب کھلے عام مرد مرد سے اور عورت عورت سے شادی رچائی جاتی ہے، دن رات ساتھ رہنے کا وعدہ ہوتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کی جا رہی ہے۔استغفر اللہ۔

یہ برائی نہ صرف انسانیت کے خلاف بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے بھی سخت خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار (انسان، چرند، پرند) کو جوڑے سے بنایا ہے اور تذکیر و تانیث (Male & Female) کے اندر ایک دوسرے کے لئے کشش (Atracton) پیدا کی۔یہی اللہ تعالیٰ کی فطرت (Nature) ہے۔کیا کبھی کسی جانور، چرند، پرند کو مذکر کا مذکر اور مؤنث کا مؤنث کے لئے کشش دیکھی ہے؟ لیکن آج انسان جانوروں، چرندوں اور پرندوں سے بھی بدتر ہو گیا ہے کہ نہ صرف انسانی فطرت کے خلاف بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے خلاف عمل پیرا ہے۔

دنیا کے کسی بھی مذہب میں اس کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ اس کو ایک گھناؤنا جرم ہی مانا گیا ہے، مگر افسوس! آج کی حکومتیں اور ان کی اونچی عدالتوں کے جج، اس کو انسانی حقوق کے نام پر قانون صحیح مان کر حلال (Legalise) کر رہے ہیں۔سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر ان ججوں سے پوچھا جائے کہ کیا یہ سب آپ اپنی بیٹی کے لئے قبول کریں گے؟ تو یقیناً وہ اس سے انکار ہی کریں گے۔ اگر پوچھا جائے کہ کیا اپنی بہن کے لئے قبول ہوتا تو نا میں جواب ملے گا۔ پوچھا جائے کہ کیا اپنی بیوی کو اس کی اجازت دیں گے تو ہرگز قبول نہیں کریں گے اور اگر پوچھا جائے کہ کیا اپنی ماں، خالہ، پھوپی وغیرہ کو کرنے کی چھوٹ دیں گے تو انکار کر دیں گے۔ پھر معاشرہ کا اخلاقی تانا بانا جو صدیوں سے بنا ہے کیوں اس کو تہس نہس کر کے معاشرے کو ہلاکت اور تباہی کی

طرف گھسیٹ رہے ہیں؟ اس سے نہ صرف طرح طرح کی برائیاں بلکہ شدید بیماریاں بھی جنم لے رہی ہیں۔ ایڈس کینسر، دماغی بیماریاں، جوان طبقے میں Work Force میں کمی اور عمر دراز طبقے کا حکومتوں پر بوجھ جیسی بیماریاں آج آپ کے سامنے ہیں، جن سے کئی ممالک جوجھ رہے ہیں۔

اس کی ایک مثال UK کی دیکھئے۔ 1972/عیسوی میں UK کی آبادی 5.6 کروڑ، جس میں 4/لاکھ 26/ہزار شادیاں ہوئیں جو کہ بنا شادی شدہ آدمیوں کی آبادی کا 7.8% تھا۔ 2017 میں آبادی 6.5/کروڑ، جس میں 2/لاکھ 43/ہزار شادیاں ہوئیں جس کا فیصد رہا 2.1%۔ یعنی شادی کرنے والوں کی تعداد میں 45% کی بھاری گراوٹ۔ اب دیکھئے مرد سے مرد کی شادی (Gayism) کی تعداد 3900/ اور عورت کی عورت سے شادی (Lesbianism)3100 ہوئیں۔ یعنی کل 2/لاکھ 43/ہزار کے قریب 3% کی تعداد کے برابر۔ اب آپ غور کیجئے اور خود اندازہ لگالیجئے کہ دنیا اور ہمارا سماج کس طرف جارہا ہے۔

لوگوں کو ان کا دین اور مذہب ظلم و زیادتی اور برائیوں سے روک کر معاشرے میں امن و امان پیدا کرنے میں مددگار ہوتا تھا، مگر اب تو بات ہی بدل گئی۔ اکثر لوگ دین سے دور ہو کر بے دین ہوتے جا رہے ہیں، جو بچے ہیں ان میں بڑی تعداد قیامت اور حساب کے دن کا انکار کرتے ہیں اور جو بچے ہیں ان میں برائی اور اس کے عذاب کا ڈر نہیں۔ ایسے میں ملکوں کے حاکموں کا فرض تھا کہ وہ ایسا نظام قائم کرتے جس سے معاشرہ برائیوں سے پاک رہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ **"جو قرآن نہیں روک سکتا اس کو اسلامی سلطنت روکتی ہے"**۔ لیکن اب تو آپ نے دیکھ ہی لیا، نہ دھرم و دین کارگر ہے اور نہ ہی حاکم۔ لگتا یہی ہے کہ ان حالات میں قیامت کی طرف جاتا معاشرہ بدترین مخلوق پیدا کرے گا جن پر قیامت نازل ہوگی اور سدھار کی امید کی کرنیں نظر نہیں آتیں۔ (اللہ اعلم)

اسلام کی شریعت میں کوئی بھی اولاد جو نکاح کے دائرے سے باہر پیدا ہوئی، وہ حلال اور مقبول نہیں۔ چاہے وہ Live-in-partnership سے ہو یا Single Parent Child ہو یا پھر Surrogative Child وغیرہ۔

امانت ضائع ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب امانت ضائع ہوجائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے؟ فرمایا جب کام نااہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو''۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں پر عنقریب فریبی و مکاری والا زمانہ آئے گا۔ اس میں جھوٹوں کو سچا اور سچوں کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور خائن کو امین اور امین کو خائن قرار دیا جائے گا، رویبضہ قسم کے لوگ گفتگو کریں گے (لوگوں کے معاملات میں) پوچھا گیا کہ رویبضہ سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معمولی اور کم عقل لوگ مراد ہیں جو عوام الناس کے امور (Public Affairs) میں بحث ومباحثہ (Interfere, Argue) کریں گے''۔ (صحیحہ:3587)

یہ سب پیشینگوئیاں سچ ثابت ہورہی ہیں، امانت اٹھتی جارہی ہے، کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ جھوٹ، فریب، مکاری اور جعل سازی پھیل گئی ہے، جھوٹے، کمینے اور گناہگار آج معاشرے میں عزت والے اور Celebrity بن گئے ہیں۔ ذمہ داریاں (Accountability) ختم ہوتی جارہی ہیں، رشوت خوری اور Favouritism عام ہے، ذمہ داریاں ایسے لوگوں کو سونپی جارہی ہیں جو اس کے لائق نہیں اور پھر کوئی جواب دہی کا بھی ڈر نہیں، گویا اس کو ٹھیک سے نبھایا بھی یا نہیں۔

ایک جھوٹ کو بار بار الگ الگ ڈھنگ سے ایسے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ سچ مان لیا جاتا ہے، امانت (Trust) ہر طرح سے ضائع ہورہی ہے، چاہے وہ بیوی شوہر کے بیچ کا عہد ہو، امانت ہو، مال اور تجارت کا عہد ہو، یا اور دیگر معاشرتی معاملات میں ہو' سب طرف خیانت (Breach of Trust) کا دور دورہ ہے۔

امانت کے ضائع ہونے کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا مطلب میراث کا حق ادا نہیں کرنے سے ہے۔ اور آج ہندوستان میں تو یہ سچ ثابت ہورہا ہے، بہت کم مسلمان ایسے ہوں گے جو میراث کو اس کے حق داروں تک پورا پورا عدل کے ساتھ ادا کرتے ہوں،

خاص طور پر لڑکی اور بہنوں کے ساتھ تو ظلم ہی ہوتا ہے، جنہیں باپ کی جائداد سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور سارا مال لڑکوں کو ہی مل جاتا ہے۔ جبکہ خرچ بھی ان کی پرورش اور تعلیم پر زیادہ ہوتا ہے، مگر دلیل دی جاتی ہے کہ لڑکی کی شادی پر خرچ کیا، اس طرح حق تلفی کرنا کبیرہ گناہ ہے اور اس پر جہنم کی خبر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ: ''قیامت تب تک نہیں آئے گی جب تک میراث نہ رُک جائے''۔(احمد:4146)

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں آیا ہے کہ: ''لوگ ایک دوسرے سے خرید وفروخت کریں گے اور کوئی شخص امانت دار نہیں ملے گا، حتی کہ یوں کہا جایا کرے گا کہ بنوفلاں (خاندان یا جگہ کا نام) میں ایک امانت دار آدمی رہتا ہے۔ اسی طرح یوں کہا جائے کہ وہ کتنا مضبوط، عقلمند ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ اور مجھ پر ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ جب میں کسی سے بھی خرید وفروخت کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ کیوں کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اپنے دین کی بنیاد پر اسے واپس لوٹا دیتا تھا، اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہوتا تو وہ اپنے گورنر کی بنیاد پر واپس کر دیتا تھا، لیکن اب تو میں صرف فلاں فلاں آدمی سے ہی خرید و فروخت کرتا ہوں''۔(احمد:23644)

جھگڑالو پن (Argumentative)

عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام دنیا میں پھیلے گا اور تاجر سمندر کے راستے تجارت کریں گے اور اللہ کے راستے میں گھوڑے دوڑائیں گے۔ پھر کچھ ایسے لوگ رونما ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے ہم سے زیادہ قرآن کون پڑھ سکتا ہے؟ ہم سے زیادہ عالم کون ہے؟ ہم سے زیادہ فقیہ کون ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا ان لوگوں میں خیر ہوگی؟ تو صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ اس امت سے ہوں گے اور یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں''۔(ترغیب وترہیب:84)

دنیا میں اسلام کا پھیلنا اور جہاد میں گھوڑوں کا دوڑنا، اللہ کی نصرت صحابہ کے زمانے میں سچ ثابت ہوئی۔ باقی علم رکھنے نہ رکھنے والوں کا گمان کرنا اور فخر وغرور کرنا کہ ہم سے بڑھ کر کوئی عالم

نہیں اور جھگڑالو خصلت اختیار کرنے والوں کا ظہور اِس زمانے میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ Net Browsing اور Social Media کے اس دور میں، جب کہ ہر جانکاری انگلیوں پر حاصل ہوجاتی ہے، لوگ علماء اور دینی کتابوں سے دور ہوتے جارہے ہیں، اور Net Browsing وغیرہ پر زیادہ منحصر ہونے لگے ہیں، ویسے بھی دنیا کے ملکوں اور تمام مذہبوں کے مقابلے مسلمانوں میں کتابیں اور Literature پڑھنے کی دلچسپی رکھنے والوں کی تعداد سب سے کم اور افسوس ناک ہے۔ پھر سوچتے یہ ہیں کہ ہم سب علم رکھتے ہیں، جبکہ صحیح اور غلط کی تمیز نہیں کر سکتے، جس کے لئے علماء کے پاس جانا واجب ہوتا ہے۔

ایسے جھگڑالو خصلت کے لوگوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا: ''کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی ہدایت کے بعد جس پر وہ تھے، مگر جب جدل جھگڑے میں مبتلا گئی، (Disputedness)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی''۔(ابن ماجہ:48)

(وَقَالُوٓا ءَاَلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ)(زخرف:۵۸)

''اور انھوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو''۔

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس زمانے والوں کی عقلیں سلب (چھین) کر لی جائیں گی، وہ بے وقوف لوگ ہوں گے، ان کی کثرت بزعم خود کسی حقیقت پر خیال کرے گی لیکن وہ کسی حقیقت پر نہیں ہوں گے''۔(صحیحہ:3585) یعنی ظاہر تو کریں گے کہ ہمیں سب علم ہے، ہم جانتے ہیں مگر درحقیقت یہ ان کا گمان ہی ہوگا جو سچائی اور اصلیت سے دور ہوگا، ایسے لوگ خود شیخی، غرور، مبالغہ اور فریب کے شکار ہوتے ہیں۔

آج کے زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہو رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشینگوئی بھی سچ ثابت ہو رہی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''عنقریب میری امت کو بھی پہلی امتوں کی بیماری لگ جائے گی، صحابہ نے عرض کیا امتوں کی

بیماری سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اترانا، تکبر کرنا، مال و دولت کی بھرمار، دنیا میں مبالغہ، فریب سے کام لینا، بغض کرنا، حسد کرنا اور بغاوت و ظلم''۔(صحیحہ:3731)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: ''آخر زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو چھوٹے چھوٹے دانت والے، کم عقل، بیوقوف ہوں گے، بات تو وہ سارے جہاں کے لوگوں سے افضل کریں گے، مگر وہ دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے، اس میں کچھ لگا نہیں رہتا، ایمان ان کے گلے کے نیچے نہیں اترے گا، تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو، ان کے مار ڈالنے میں قیامت کے دن ثواب ملے گا''۔(بخاری، کتب مناقب)

مال کمانا(Earnings)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قریب آچکی ہے، لیکن لوگوں میں دنیا کی حرص بڑھے گی اور اللہ سے دوری میں اضافہ ہوگا''۔(صحیحہ: 3669)

لوگوں میں دینی رجحان کی کمی اور دنیا کی محبت و حرص بڑھتی جا رہی ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں تم پر تمہارے پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت والی سرکشی اور گمراہ کرنے والی خواہش نفس سے ڈرتا ہوں''۔(ترغیب و ترہیب:29)

یہ پیشینگوئی بھی سچ ثابت ہوگئی۔ بدکاری، بے حیائی اور زنا جیسے شرم گاہ کے فتنے کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ایسے پیٹ کی سرکشی یعنی مال حرام کی کثرت اور اس کی غلط طریقوں سے کمائی بھی عام ہوگئی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ کہاں سے مال حاصل کیا، حلال سے یا حرام سے''۔(نسائی:4460)

امت میں اس سے متعلق بہت سے کبیرہ گناہ عام ہوگئے ہیں، یا تو مان لیا گیا کہ یہ گناہ ہی نہیں یا پھر ان سے بے پرواہی ہے۔ جیسے سود اور انشورنس وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی نئے نئے

طریقوں سے پیسہ کمایا جارہا ہے جن میں سراسر سود ہے۔ پھر امانت کا نہ ہونا، خیانت، فریب، دھوکہ اور جھوٹ اتنا بڑھ گیا کہ یہ کہنا مشکل ہے، کہ کمایا گیا مال حلال بھی ہے یا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ ظہور پذیر (پیدا) نہ ہوں گے، جو زبان کو کھانے پینے کا ذریعہ بنالیں گے، جیسا کہ گائے زبان کے ساتھ چارہ کھاتی ہے''۔(شرح السنۃ:3397، الصحیحۃ:419)

اس میں جھوٹ، فریب اور تمام غیر شرعی طریقوں سے مال کمانا آئے گا جو آج معاشرہ میں آچکے یا آگے آئیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا زمانہ آئے گا جب بنا چاہے گواہی دیں گے، اور چوری کریں گے، ان کا کوئی بھروسہ نہیں کرے گا، اور نذر (منت) مانیں گے مگر نظر پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا (حرام مال کھاکر)''۔(بخاری)

یہ سب خرابیاں آج معاشرہ میں عام ہوگئی ہیں اور ان لوگوں کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی کہ موٹاپا بڑھے گا، ظاہر ہے ایسے لوگ مال حرام کھاکر بڑے بڑے پیٹ اور موٹاپا کا شکار ہوں گے۔

آج ہر انسان ایک نہ معلوم دوڑ میں شامل ہے، جس کا مقصد ہی صرف مال کمانا رہ گیا، جس مال کو نہ وہ کھا پائے گا اور نہ ساتھ لے کے جائے گا۔ کتنا نادان ہے یہ انسان کہ جو مال اس کا نہ ہوکر اس کے وارثوں کا ہے، جو اس کے کسی کام آنے والا نہیں، اس مال کو حرام طریقوں سے کما کر جمع کر کے گناہ اپنے سر ڈھوئے گا اور اس کا عذاب بھگتے گا جبکہ اس مال سے فائدہ کوئی دوسرا (وارث) اٹھائے گا۔

دوسرا یہ کہ حرص اور طمع اس قدر بڑھ گئی ہے کہ چاہے جتنا مال مل جائے، چاہے جتنا مال جمع کر لے مگر طمع بڑھتی ہی جاتی ہے اور کبھی سیر (Satisfy) نہیں ہوتا ایسی ہی ایک پیشینگوئی آپ ﷺ نے کی جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں قیامت کی چھ (6) نشانیوں میں سے ایک یہ فرمائی کہ مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ آدمی کو سو (100) دینار ملیں گے اور وہ ناراض (Dissatisfied) رہے گا۔(ابن ماجہ:4042)

عدل کا اٹھنا اور حق تلفی

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قریب ہے جب تمہاری حق تلفی ہوگی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا سمجھو گے''۔ (بخاری، کتاب المناقب)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی ایک ایک رسی کو چن چن کر توڑ دیا جائے گا اور جب کوئی رسی ٹوٹ جایا کرے گی تو لوگ دوسری کے پیچھے پڑ جایا کریں گے۔ سب سے پہلے ٹوٹنے والی رسی انصاف کی ہوگی اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی نماز ہوگی''۔ (احمد:22513)

یہ پیشینگوئی بھی سچ ثابت ہو رہی ہے، عدل اور انصاف مٹتا جا رہا ہے۔ فیصلوں کی خرید و فروخت ہو رہی ہے، اپنے نسب، قبیلہ، قوم اور جان پہچان والوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

اسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جیسے آپ نے فلاں شخص کو عہدہ (Job, Post) عطا کیا ہے مجھے کوئی عہدہ کیوں نہیں دیتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب تم میرے بعد ترجیحات (Favourism) کا سامنا کرو گے۔ اس وقت تم صبر کرنا، یہاں تک کہ کل مجھ سے حوض کوثر پر آ ملو''۔ (احمد:19302)

اسلام میں نااہل (Incapable) کو ترجیح دینے کا کوئی تصور ہی نہیں اور نہ حق تلفی کا اور نہ کسی بنا پر کسی کو ترجیح دینے کا، جس کا حق ہے اس کو پہنچا دو، جو جس کے لائق (Deserving) ہے اس کو اس کا حق ملنا چاہیے، نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہو، سب معاملات عدل اور حق سے پورے کئے جائیں۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے قریب ہونے والی نشانی یہ ہے کہ بدترین لوگوں کو اعلیٰ مناصب (اونچے عہدے) دیئے جائیں گے، شریف لوگوں کو ذلیل سمجھا جائے گا، لوگ بڑی بڑی ڈینگیں ماریں گے، عمل محدود ہو جائے گا اور لوگوں میں مثناۃ عام ہوگی، کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکے گا''۔ (صحیحہ:3586)

یہ سب پیشینگوئیاں موجودہ زمانہ میں سچ ثابت ہو رہی ہیں، نااہل لوگوں کو ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں، عزت دار کو حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے اور گناہ گار ظالم کو معاشرہ میں اعلیٰ مقام و عزت

بخشی جاتی ہے اور (Celebrity) کے نام پر بڑا طبقہ ان کا دیوانہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ چھ ((6 چیزوں سے موت کی طرف سبقت کرو، جن میں سے ایک انصاف کا بِک جانا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب بھی کوئی قوم بلا استحقاق (ناحق) فیصلہ کرتی ہے تو ان میں قتل و غارت عام ہو جاتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ مضبوط لوگ کمزوروں کو کھا جائیں گے۔ (احمد: 25024)

حق تلفی کی ایک مثال اور آج مسلمانوں میں عام ہو گئی ہے۔ اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار کوفہ میں سرخ آندھی آئی، ایک آدمی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جس کی پکار صرف یہی تھی کہ اے عبداللہ! قیامت قریب آ گئی؟ اس وقت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، یہ سن کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میراث کی تقسیم رُک نہ جائے۔ (احمد: 4146)، ایسا ہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا پہلے بیان ہو چکا ہے جس میں امانت کے اٹھ جانے میں میراث کا ادا نہ کرنا بیان فرمایا گیا ہے۔

بازار-فساق وفجار (Evils of Market)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کی نشانیوں میں ہے کہ لڑکا نافرمان ہوگا، بارش گرم ہوگی، راز کھل جائیں گے، جھوٹوں کی تصدیق کی جائے گی، خائن امانت دار سمجھے جائیں گے، ہر قبیلہ اپنے میں سے منافق کو سردار بنائے گا، بازار فساق و فجار سے بھرا پڑا ہوگا، محرابوں کو سجایا جانے لگے گا، دل خراب ہو جائیں گے، مرد مردوں پر گزارہ کریں گے اور عورتیں عورتوں پر، فتنہ ظاہر ہوگا، سود کھایا جائے گا، خزانے اور آلات موسیقی ظاہر ہو جائیں گے، شراب پی جانے لگے گی، کثرت سے شرطیں لگنے لگیں گی، لوگوں کی برائیاں کرنے والے اور غیبت کرنے والے بہت ہو جائیں گے“۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: 10556، البدایہ والنہایہ) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ صحت پر اعتبار کے ساتھ اس حدیث کو اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے البتہ اس میں موجود بہت ساری باتوں کے شواہد صحیح احادیث میں ہیں۔

اس حدیث میں بیان' قریب بیس قیامت کی نشانیوں کا ظہور ہو چکا ہے۔ اس میں بیان کی

گئی بازار کی حالت آج سچ ثابت ہوگئی، بازار فسق وفجور، بے حیائی اور لغویات سے بھر گیا ہے، جیسا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: ”جب دین میں فساد آ جائے گا، خوں ریزی ہوگی، بناؤ سنگار عام ہوگا، بڑی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی، رغبت بڑھ جائے گی، بھائیوں میں اختلاف بڑھ جائے گا اور بیعت عتیق جلا دیا جائے گا تو تمہارا کیا ہوگا؟“ (صحیحہ:3623)

آج بے حیائی اور فیشن اتنا عام ہو چکا ہے کہ شاید ان بازاروں میں جتنے بیوٹی پارلر (Beauty Parlour) ہیں اتنی تو کرانہ کی دوکانیں بھی نہیں ہوں گی۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازاروں کو سب سے بدترین جگہ قرار دیا ہے اور آج یہیں لوگوں کو مزہ آتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”(زمین کے) تمام ٹکڑوں میں سے اللہ کو زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور تمام ٹکڑوں میں سے اللہ کو زیادہ ناپسندیدہ بازار ہے“۔ (صحیح مسلم:671)

دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ آج کی عورتیں جس طرح بناؤ سنگار کر کے بازار کو نکلتی ہیں، شاید ہی ایسا بناؤ سنگار شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے لئے گھر پر رہتے ہوئے کرتی ہو۔ مانو، کہ آج کی خوبصورتی اور بناؤ سنگار غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کو ہی رہ گیا ہے۔

آج تو عورتوں نے گویا بازاروں میں اپنا حصہ ہی مقرر کر لیا ہے، جس کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی ہے جو آج سچ ثابت ہو رہی ہے' کہ قیامت سے پہلے تجارت عام ہو جائے گی، حتیٰ کہ بیوی تجارتی امور (معاملات) میں خاوند کی مدد کرے گی۔ (صحیحہ:3566)

آج یہ سب پیشینگوئیاں سچ ثابت ہو ہی ہیں جو قیامت کی نشانیوں میں بیان کی گئی ہیں، ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، کیونکہ یہ برائیاں ایسی ہیں جو ہلاکت اور تباہی کا سبب بن سکتی ہیں۔

تجارت (Business)

عمرہ بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یہ چیز علامات قیامت میں سے ہے کہ مال پھیل جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی، فتنے ابھر پڑیں گے، تجارت عام ہو جائے گی اور علم عام ہوگا“۔ (صحیحہ:3589)

ایک دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس وقت قائم ہوگی جب فتنے ظاہر ہوں گے، جھوٹ عام ہوجائے گا، بازار تنگ ہوجائیں گے، وقت جلدی گزرنے لگے گا اور ھرج (قتل) عام ہوگا''۔(صحیحہ:3582)

تجارت پھیل کر وسیع ہوجائے گی جیسے کوئی چیز پھٹ کر (Explode) پھیل جاتی ہے، کثرت میں ہوکر عام ہوجائیگی۔ دوسری حدیث میں اس کی پیشینگوئی کی گئی ہے کہ تنگ ہوجائے گی یعنی بہت Congested ہوکر Converge ہوجائے گی، یہ سب آج سچ ہورہا ہے۔ بازار رہائشی علاقوں میں اور رہائش بازاری علاقوں میں اس قدر پھیل گئی ہے کہ بڑی بڑی عمارتوں میں تو بناؤ سنگار، کرانہ اور دوسری چیزوں کی دُکانیں وہیں بنا دی جاتی ہیں، ہر طرف بازار و تجارتی ٹھکانوں کی بھرمار دکھائی دیتی ہے۔ تجارت میں امانت و ایمان داری اُٹھتی جارہی ہے، جھوٹ، فریب کا بول بالا ہے۔ ہر انسان مال کی طمع میں پھنسا ہوا ہے اور یہ پرواہ نہیں کہ مال کہاں سے آیا، وہ حرام ہے یا حلال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''(قیامت کے قریب) ایسا ہوگا کہ لوگ خرید و فروخت کریں گے۔ ان میں کوئی ایماندار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امین (امانت دار) ہے۔ اور کسی شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ عقل مند اور بہادر آدمی ہے لیکن اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا''۔(بخاری، کتاب فتن)

ہر مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا خون، عزت اور مال حرام قرار دیا گیا، یعنی تجارت ہو یا دیگر معاملات، کسی کا مال ناحق نہیں لینے کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس زمانہ میں تجارت میں اس کا کوئی لحاظ باقی نہیں بچا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مرد صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، اور شام کو مومن اور صبح کو کافر ہوگا، مطلب اس کا یہ ہے کہ صبح کو حرام سمجھے گا خون اپنے بھائی کا اور عزت و مال اس کا اور شام کو حلال سمجھے گا ان تینوں کو، اور شام کو ہوگا حرام سمجھنے والا اپنے بھائی کے خون، عزت و مال کو اور صبح کو ہوگا حلال سمجھنے والا ان تینوں کو''۔(ترمذی:2198)

اور تھوڑے سے تجارتی فائدہ کے لئے جھوٹ اور فریب کا سہارا لے کر اپنے دین کو بیچ دے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان فتنوں کے آنے سے پہلے جو تاریک رات کی طرح ہوں گے،

اعمال صالح کی طرف سبقت کرلو، اس زمانے میں آدمی صبح کو مومن اور شام کو کافر ہوگا یا شام کو مومن اور صبح کو کافر ہوگا، اور اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے ساز وسامان کے بدلے فروخت کردیا کرے گا''۔(احمد:8017)

ایک دوسری حدیث میں مروی ہے کہ:''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک جھوٹ کی کثرت اور بازار کے قریب ہونے کی کثرت نہ ہو جائے،لوگ زبان کی کمائی کھائیں گےجس میں تجارت میں جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنا اور زبان کی چالاکی سے گراہک کو پھنسانا وغیرہ شامل ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسے لوگ ظہور پذیر(ظاہر) نہ ہوں گے جو قرآن کو کھانے پینے کا ذریعہ بنائیں گے جیسے کہ گائے زبان کے ساتھ چارہ کھاتی ہے''۔(مشکوٰۃ:4799)

ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں برکت اٹھالی جائے گی، یہ بھی ایک وجہ ہوسکتی ہے کہ مال کی کثرت ہونے کے باوجود انسان طمع میں پھنسا ہوا ہے اور سکون نہیں ہے۔تناؤ اور کشیدگی کا شکار ہوکر طرح طرح کی بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہے۔اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے،آمین۔

مصیبتیں اور بیماریاں

(Sufferings & Diseases)

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ دجال کی تمنا کرنے لگ جائیں گے۔میں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ایسا کیوں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ مشقت یا بیماری میں پڑنے کی وجہ سے''۔(المعجم الاوسط:4289،صحیحہ:3630) یعنی مصیبتوں، بیماریوں اور فتنوں کی وجہ سے اتنی سختی آپڑے گی کہ آدمی زندگی سے تنگ آکر موت کی تمنا کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اس امت میں خسف (زمین کا دھنسنا)، مسخ (صورت یا دل بدل

جانا) وقذف (بہتان، تہمت) ہے، مسلمین میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ سب کب ہوگا؟ فرمایا کہ جب گانے والیاں، باجے اور شراب عام ہو جائیں گی''۔ (ترمذی: 2212)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا کر دیئے جاؤ تو تم پر پانچ قسم کے عذاب واقع ہو جائیں گے، میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم کہیں ان میں مبتلا نہ ہو جاؤ''۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۹۱)

(1) علانیہ فحاشی اور بدکاری جس قوم میں بھی عام ہو جائے تو اس قوم میں ایسی ایسی بیماریاں جنم لیتی ہیں، جو پہلے کبھی بھی نہیں تھیں۔

(2) جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے ان پر قحط، مشقت اور حکمران کا ظلم مسلط ہو جائے گا۔

(3) جس قوم نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔ اگر جانور نہ ہوں تو بالکل بھی بارش نہ ہو۔

(4) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کریں ان پر دوسری قوموں کو مسلط کر دیا جائے گا جو ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیں گے۔

(5) اور جس قوم کے حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں ان میں خانہ جنگی (Civil War) ہو کر رہے گی۔

یہ امت کے اعمال کا ہی نتیجہ ہے کہ امت آج ہر طرف سے مغلوب ہے اور ظلم کا شکار بنتی جا رہی ہے، دشمن غالب ہوتا جا رہا ہے اور امت پریشان اور خوف زدہ ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے، آمین۔

حاکم کی اطاعت اور فرمانبرداری

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امانت داری اٹھ جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ ایک شخص نے کہا: امانت داری کیوں اٹھ جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امور (کام) نالائق کو سونپے جائیں گے تو قیامت کا انتظار کرنا''۔ (بخاری)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دجال سے پہلے کچھ سال دھوکہ والے ہوں گے، جن میں سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا قرار دیا جائے گا، امین کو خائن اور خائن کو امین سمجھا جائے گا اور اس میں رویبضہ بڑھ چڑھ کر بولے گا۔ کسی نے پوچھا: رویبضہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: فاسق (نیچ کمینہ) آدمی امور عامہ (Public Affairs) میں دخل اندازی کرنے لگے گا''۔ (احمد: 16331)

قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی پیشینگوئی کی گئی کہ: ''حاکم ایسے لوگ ہوں گے جو اس کے لائق نہیں ہوں گے، یا اس کی ذمہ داریوں کو صحیح انداز میں پورا نہیں کریں گے اور ان کے وزیر، صلاح کار فاسق اور نیچ قسم کے لوگ ہوں گے''۔

حدیث میں آیا ہے کہ: ''چھ چیزوں سے موت کی طرف سبقت کرو، جن میں سے بیوقوفوں کی حکومت، پولیس کی کثرت، قتل کو معمولی سمجھنا، قطع رحمی کرنا شامل ہیں''۔ (احمد: 16136، سلسلہ احادیث صحیحہ، البانی رحمہ اللہ: 979)

آج کے زمانے میں یہ سب پیشینگوئیاں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ حاکم ایسے ہونا، پولیس اور حفاظتی افراد (Security) کا بڑھ جانا ہو یا انصاف کا بک جانا ہو، یہ سب امور حکومتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور قیامت سے پہلے سب ظاہر ہو کر رہیں گے، جیسا کہ اس زمانے میں بھی کئی ملکوں میں دیکھنے کو ملنے لگا ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد وہ لوگ حاکم ہوں گے جو میری راہ پر نہیں چلیں گے، میری سنت پر عمل نہیں کریں گے اور ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل شیطان کی طرح اور بدن آدمیوں کے سے ہوں گے''۔ (مسلم)

علم اٹھ جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، سنت پر عمل کرنا ختم ہوتا جائے گا، نئے نئے قانون اور بدعت شروع ہو جائے گی اور حکومتوں کے کام شریعت کے مطابق نہیں ہوں گے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد حکومت کی باگ ڈور کچھ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے گی جو سنت کو مٹا دیں گے اور بدعت کو قائم کریں گے''۔ (احمد: 3789)

کئی معاملوں میں یہ سب دیکھنے میں آ رہا ہے کہ یہ پیشینگوئی بھی آج کے زمانے میں سچ ہو رہی ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک میں ڈرتا ہوں اپنی امت پر گمراہ حاکموں سے''۔(ترمذی:2229)

جیسا کہ پہلے حدیث بیان ہوچکی ہے کہ پولیس کی زیادتی ہوجائے گی، حفاظتی لوگ بڑھ جائیں گے اور یہ پیشینگوئی بھی کی گئی ہے کہ یہ معصوم اور بے قصور لوگوں پر ظلم و زیادتی کریں گے اور کوڑوں (Hunter) سے ماریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے، وہ صبح بھی اللہ کی ناراضگی میں کریں گے اور شام بھی اس کے غضب میں''۔(صحیحہ:3755)

آج کے زمانے میں انتظامی محکموں اور عام جنتا کے بیچ ایسے لوگ موجود ہیں جو جہاں جسے چاہتے ہیں لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا شروع کردیتے ہیں۔ بدامنی، قتل و غارت گری عام ہو رہی ہے اور مظلوم کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اسے کیوں ستایا جا رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے اپنی امت پر تین چیزوں کا اندیشہ ہے، ستاروں سے بارش مانگنا، حاکم بادشاہوں کا ظلم کرنا اور تقدیر کا انکار''۔(احمد:21121)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشینگوئیاں بھی سچ ثابت ہو رہی ہیں، جہاں حاکموں کے ظلم کے علاوہ، کاہنوں کے پاس جانا، غیب کا معلوم کرنا، اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا اور تقدیر پر کلام کرنا اور اس کا انکار امت میں ظاہر ہوگیا ہے۔ حاکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اسلام میں بہت اہم مقام حاصل ہے اور اس کے واجب ہونے میں کئی دلیلیں سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیش کی جاسکتی ہیں، چاہے وہ حاکم کی اطاعت ہو، سرکاری قانون اور نظام کی پابندی ہو یا روزمرہ کی زندگی اور معاشرے میں امن چین برقرار رکھتے ہوئے ملک کو چلانے میں سرکاری اہل کاروں (Government Authorities) کی مدد اور تعاون کرنا ہو، یہ سب حاکم کی اطاعت اور فرمانبرداری میں شامل ہوتی ہیں۔

حاکم کی فرمانبرداری واجب ہے، چاہے وہ ظلم کرتا ہو، اپنا حق تو وصول کرتا ہو مگر لوگوں کو ان کا حق ادا نہ کرتا ہو، ان کا مال اسباب لوٹتا ہو، ان پر مار پیٹ اور زیادتی کرتا ہو اور ان کو طرح طرح کی مصیبتوں میں الجھاتا ہو، ہر حال میں اسلام میں حاکم کی بات سننے اور ماننے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ شرک اور کفر پر مجبور نہ کرتا ہو۔ اسلام میں حاکموں کی حیثیت اور مقام کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امام (حاکم) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امام کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (ابن ماجہ:2859)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر کی نافرمانی کو اپنی اور اللہ کی نافرمانی قرار دے کر اس کی اہمیت کو بیان فرمادیا جو ایک بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی حبشی (غلام) تم پر حاکم بنا دیا جائے اور وہ ایسا ہو کہ اس کا سر کشمش کی طرح ہو تب بھی اس کی سنو اور اطاعت کرو''۔ (بخاری)

یعنی حاکم ناقص عقل و علم ہو، نااہل اور بے وقوف ہو اور ملک کو ٹھیک سے چلانے میں ناقابل (Incapable) ہو، ہر حالت میں اس کی سننے اور ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: ''میرے بعد وہ حاکم ہوں گے جو میری راہ پر نہیں چلیں گے، میری سنت پر عمل نہیں کریں گے اور ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل شیطان کے سے اور بدن انسان جیسے ہوں گے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وقت میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسے زمانے میں ہو تو سن اور مان حاکم کی اگرچہ وہ پیٹھ پر کوڑے مارے اور تیرا مال لے لے، پر اس کی بات سنے جا اور اس کا کہنا مانتا رہ''۔ (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لازم ہے تم پر اطاعت کرنا خواہ تو خوش ہو یا رنجیدہ، سختی ہو یا آسانی، اگرچہ تیرے اوپر دوسرے کو بڑھایا جائے''۔ (نسائی:4161)

اس میں بھی ہر حالت میں چاہے خوشی ہو، سختی ہو، حق مارا جا رہا ہو یا دوسروں کو تمہارے اوپر ترجیح دی جا رہی ہو (Favouritism & Discrimination) ہر حالت میں اطاعت

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ترمذی کی حدیث 2199 میں فرمادیا گیا ہے کہ: ''ان کی بات سنو اور ان کا کہا مانو کیوں کہ جو انھوں نے کیا اس کا وبال ان پر ہے اور تم پر ہے جو تم نے کیا، یعنی ہر عمل کا حساب یوم دین کو ہو جانا ہے، اور اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کس نے کیا عمل کئے اور اسی کے مطابق انھیں جزا اور سزا دی جائے گی، یہاں حاکم کی ہر مصیبت اور ظلم وزیادتی پر صبر اور تحمل سے کام لینا اور ہر حالت میں اپنے دین کی حفاظت کرنا ضروری ہے، جس کی فکر ہر شخص کو کرنی چاہئے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جب قوم کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے ان میں خانہ جنگی ہو کر رہے گی''۔ (ترغیب وترہیب حدیث: 421)

اسلام میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہر انسان کو چاہئے کہ وہ ملک اور معاشرے میں امن چین اور آپسی بھائی چارہ بنائے رکھنے میں مدد کرے، اگر کوئی معاملہ آپڑے تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس کو اپنی قوم کے سرپرست اور امیر تک پہنچائے، جن کو اللہ نے علم وحکمت، دانشمندی اور قوم کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت عطا کی، یہ لوگ حکمران کے وزیروں اور انتظامی اہل کاروں سے رابطہ قائم کر کے امت اور قوم کی بھلائی کی کوشش کریں گے اور اس پر ہونے والے ظلم وزیادتی کو رکوانے میں مددگار رہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ''میری امت کو بھی پہلی امتوں کی بیماری لگ جائے گی، صحابہ نے عرض کیا: امتوں کی بیماری سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اترانا، تکبر کرنا، مال کی کثرت، دنیا میں مبالغہ سے کام لینا، بغض کرنا، حسد کرنا اور بغاوت''۔ (صحیحہ: 3631)

کئی گروہ اور جماعتیں ایسی ظہور پذیر ہو رہی ہیں جو بھولی بھالی عوام کو حکمرانوں کے خلاف اُکساتے ہیں اور ان کو سرکشی وبغاوت پر آمادہ کرتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ایشیاء اور افریقہ کے کئی ملکوں میں خون خرابہ، لوٹ مار، عزت پر حملہ، بدامنی اور خانہ جنگی کا ماحول ہے اور ملک وقوم کو بربادی اور تباہی کی طرف دھکیل دیا ہے۔

یہ کام کچھ باطل عقیدہ رکھنے والے فرقے جیسے ISIS, AL Qaida وغیرہ اور کچھ ایسے لوگ بھی جماعتوں کی شکل میں معاشرے میں موجود ہیں جو اس طرح کی سوچ سے معصوم لوگوں کو مشتعل کر کے ماحول کو خراب کرنا چاہتے ہیں، ہر مسلمان کو ایسی سوچ اور عقیدہ سے بچنے کی سخت

ضرورت ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سرکشی (بغاوت) اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی ایسا گناہ نہیں کہ آخرت کے عذاب کے ساتھ اس گناہ گار کو دنیا میں بھی فوری سزا دی جائے''۔(احمد:20645)

عرفجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''عنقریب فسادات و فتنے رونما ہوں گے، سو جو شخص مسلمانوں میں، جبکہ وہ متحد ہوں، تفریق پیدا کرنا چاہے تو اس کی گردن تلوار سے اڑادو، خواہ وہ کوئی بھی ہو''۔(احمد:19209)

فتنہ اور صبر

(Tribulation & Patience)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری اس امت کے ابتدائی دور میں عافیت ہے، لیکن آنے والے دور میں آزمائش اور ناپسندیدہ امور ہوں گے، فتنے نمودار ہوں گے اور ہر فتنہ (پہلے والے) فتنے کی شدت کو ختم کردے گا، ایک فتنہ ابھرے گا اسے دیکھ کر مومن کہے گا، یہ میری ہلاکت ہوگی لیکن وہ چھوٹ جائے گا، دوسرا فتنہ ظاہر ہوگا، مومن اسے دیکھ کر کہے گا یہ میری ہلاکت گاہ ہوگی''۔(صحیحہ:343)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک علم اٹھا لیا نہ جائے، زلزلے کثرت سے ہوں گے، زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوگا، فتنہ، فساد ظاہر ہوگا اور ھرج کی کثرت ہوگی، ھرج سے مراد قتل ہے قتل۔ یہاں تک کہ تم میں مال بہت زیادہ ہوجائے گا اس طرح کہ بہتا پھرے گا اور لینے والا کوئی نہ ہوگا''۔(بخاری)

یہ سب پیشینگوئیاں اس دور میں ظاہر ہوتی جارہی ہیں یہ دور اور آنے والے زمانے میں ایسے امور پیش آئیں گے جس میں امت کی آزمائش ہوگی کہ کتنا ایمان پر قائم رہتی ہے۔ ایسے حالات

پیدا ہوں گے جو امت کو ناپسند ہوں گے اور تکلیف دہ ہوں گے لیکن اس کی بے بسی ہوگی کہ تڑپ تڑپ کر رہ جائے گی مگر کچھ کر نہ پائے گی، فتنہ وفساد عام ہوگا، ہر طرف قتل وغارت گری ہوگی، فتنے (مصیبتیں) بارش کی طرح برسیں گے، ہر آنے والا فتنہ پہلے والے سے سخت ہوگا۔

اُسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں تمہارے گھروں میں فتنے کی جگہ ایسے دیکھتا ہوں جیسے بارش گرنے کی جگہ کو''۔ (مسلم) یعنی ہر گھر میں فتنے بارش کی طرح برسیں گے ان کی کثرت ہو جائے گی۔

ترغیب وترہیب (1683) میں منقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے بیان ہوئی جس میں ایسا زمانہ آنے سے پہلے عمل صالح کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''سائبانوں (بادل) کی طرح فتنے چھانے لگیں گے، سائل نے کہا ان شاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ رسول اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، پھر تم جھپٹو گے سانپوں کی طرح ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو گے''۔ (احمد: 16012)

امت میں جھگڑا، فساد، قتل اور دوسری قوموں کا غالب ہونا بڑھ جائے گا، دوسری قومیں اس امت پر ایک جٹ ہو کر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسا بھوکے دسترخوان پر جمع ہوتے ہیں، یہ سب حالات امت کے لئے اس زمانے میں پیدا ہوتے نظر آنے لگے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''ثوبان رضی اللہ عنہ! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تمہارے خلاف دنیا کی قومیں ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں گی جیسے کھانے کے دسترخوان پر دعوت دی جاتی ہے۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ کس وجہ سے ایسا ہوگا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تمہارے دلوں میں وہن ڈال دیا جائے گا۔ صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا، دنیا سے محبت اور موت سے نفرت''۔ (احمد: 8698)

ایسی حالت کے پیدا ہونے کا سبب امت کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور

فرمانبرداری سے دوری ہے، جب جب قوم نے اسلام کو لبیک کہا اور سنت کی پابندی کی تبھی اللہ نے اسے دنیا کا خلیفہ بنادیا، ملک در ملک نصرت و فتح حاصل ہوئی اور جب سنت سے اعراض کیا اور دنیا میں ریجھ کر آپسی اختلافات اور بدعتوں میں ڈوبی تبھی اللہ نے ذلت اور رسوائی کو گلے کا ہار بنادیا۔

ایک پیشینگوئی یہ بھی فرمائی گئی کہ یہ فتنے مشرق کی طرف سے ابھریں گے جو امت کو اپنی آغوش میں لے لیں گے۔ یہاں مشرق سے مراد ہر وہ ملک ہے جو مدینہ (سعودی عرب) کے مشرق میں ہیں جیسے عراق، ایران، پاکستان، ہندستان جیسے ملک۔ ان ملکوں سے فتنے ابھریں گے اور یہی شرک کے بڑے بڑے اڈے ہیں۔ اللہ ان سے ہمیں محفوظ فرمائے، آمین۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''فتنے یہاں سے نکلیں گے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے''۔(بخاری)

فتنوں کے دور میں صبر سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ انسان اپنی فکر کرے، لوگوں سے دور تنہائی اختیار کر کے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کرتا رہے، جہاں تک ممکن ہو اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے اور معاشرے میں حکمت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا رہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خانہ نشین ہوجانا، اپنی زبان قابو میں رکھنا، معروف چیز کا احترام کرنا اور منکر چیز کو چھوڑ دینا اور عوام الناس کے معاملات کو ترک کر کے صرف اپنے دین کی فکر کرنا''۔(صحیحہ:2200)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''فتنوں کے زمانے میں بہتر آدمی وہ ہوگا جو اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اللہ کے دشمنوں کے تعاقب میں رہے گا، وہ انھیں ڈرائے گا اور وہ اسے خوف زدہ کریں گے، یا وہ آدمی جو کسی ویرانے میں ٹھہرا ہوگا اور اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ کے حقوق ادا کرتا رہے گا''۔(صحیحہ:2134)

ابھی حالات ایسے نہیں مگر یہ پیشینگوئی بھی سچ ہوکر رہے گی، جب فتنوں کا دور ہوگا اور

مسلمانوں پر مصائب اور تنگی کی کثرت ہو جائے گی، معاشرے میں انتہائی بگاڑ پیدا ہو جائے گا اور حرام چیزوں میں مبتلا ہونے کا ڈر رہے گا، ایسی حالت میں افضل انسان وہ ہوگا جو اللہ کے دین کا کلمہ غالب کرنے میں جہاد پر اپنے گھوڑے پر سوار رہتا ہو یا دوسرا وہ شخص جو اپنا دین بچانے کے لئے کسی وادی یا پہاڑ کے نیچے جا بسے اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی کرتا رہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ عنقریب ایسا وقت آئے گا (فتنوں کا) کہ مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی، جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کے مقامات (جنگل، بنجر) میں چلا جائے گا۔ اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچا سکے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے بعد صبر کے ایام آنے والے ہیں، ان ایام میں صبر کرنا آگ کے انگارے ہاتھ میں پکڑنے جیسا ہے، ان دنوں میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں (50 صحابی کے عمل جیسا) کے برابر اجر ملے گا، جو اس آدمی کے عمل کی طرح عمل کرتے ہیں''۔ (سنن ابی داود: ۴۳۴۱)

ان حالات میں اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا بہت زیادہ اجر ملے گا، جیسا کہ ایک سجدہ پوری دنیا سے بہتر ہوگا۔ یہ حال ہو جائے گا اس فتنے کے دور میں کیوں کہ دین مٹتا جائے گا، علم اٹھتا جائے گا قیاس کا بول بالا ہوگا، دشمن غالب آجائے گا اور قوم طرح طرح کی مصیبتوں میں مغلوب اور مجبور ہو کر تڑپتی رہے گی، ایسے میں اس معاشرے سے دور رہ کر عبادت میں مشغول ہونا سب سے افضل ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قریب ہے کہ فتنے ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے والے سے، اور کھڑا رہنے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے، جو اس کو جھانکے گا تو وہ اس کو کھینچ لے گا اور جو کوئی پناہ یا بچاؤ کی جگہ پائے گا تو اسے چاہئے کہ اس پناہ میں آجائے''۔ (مسلم)

اس لئے چاہئے کہ ظلم ہو یا معاشرہ کی مصیبتیں و زیادتیاں یا فتنوں کی مار، ہر حالت میں مسلمان کو صبر سے کام لینے کی تلقین و نصیحت کی گئی ہے، ایسے میں ہر شخص پر واجب آتا ہے کہ قوم کے امیر اور عالموں سے رجوع کریں اور ان سے رابطہ قائم رکھیں۔

سائنس اور تکنیک

(Science & Technology)

سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک پہاڑ اپنی جگہ سے زائل نہیں ہو جائیں گے اور تم ایسے بڑے بڑے امور (Events) نہ دیکھ لو گے جو تم پہلے نہیں دیکھا کرتے تھے''۔(صحیحہ:3568)

آج کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کا زور ہے اور جس رفتار سے ان میں ترقی ہو رہی ہے اسے دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ آج کا انسان مستقبل میں پیش آنے والے نئے نئے امور و نئی کھوج کا صحیح اندازہ لگانے میں قاصر ہے، ہر روز سمندر کی گہرائی سے لے کر آسمان کی اونچائی تک کے راز جاننے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور ان سے نئی نئی جانکاریاں مل رہی ہیں جو انسانیت کے لئے بھی مفید ہیں۔

ابھی 20-15 سال پہلے Land Line پر دوسرے شہروں میں فون کرنے کے لئے بکنگ (Booking) کرانی پڑتی تھی اور آج دور دراز کے تنہا جگہوں میں بھی جب جی چاہے مع تصویر کے ویڈیو کال کر لیجئے۔ جنگی ساز و سامان اور جنگ لڑنے کے طریقے ایسے ہو جائیں گے کہ پہلے ان کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ جیسا کہ 1400 سال پہلے فرما دیا گیا کہ لڑائی ایسی ہوگی جو تم نے دیکھی بھی نہیں ہوگی۔ حدیث میں پیشنگوئی کی گئی ہے کہ گھوڑا چند روپیوں میں بکے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑا کیوں سستا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ لڑائی کے لئے گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا۔ (ابن ماجہ:4079، ضعیب ہے بعض کے شواہد ہیں)

جس زمانے میں گھوڑے کو سب سے افضل مانا جاتا تھا اور جنگ جیتنے میں اہم رول ادا کرتا تھا کیا اس وقت اس کا تصور بھی کیا جا سکتا تھا کہ آج کے دور میں میزائل (Missile) اور فائٹر (Fighter) جیسے آسمانی وسائل اور ٹینک جیسے زمینی اور پنڈوبی جیسی سمندری ہتھیار لڑائی کے کام آئیں گے ایسے ہی ایک اور صحیح حدیث میں بیان آیا ہے جس کے راوی یسیر بن جابر رضی اللہ عنہ ہیں اور

صحیح مسلم فتنوں کی کتاب میں لائے ہیں، ایسی لڑائی ہوگی کہ ویسی کوئی نہ دیکھے گا یا ویسی لڑائی نہیں دیکھی، یہاں تک کہ پرندے ان کے اوپر یا ان کے بدن پر اڑے گا، پھر آگے نہیں بڑھے گا کہ وہ مردہ ہوکر گریں گے۔ یہ حال ہوگا اس دور کی لڑائیوں کا، مرنے والوں کی بہت بڑی تعداد اور سخت مار کرنے والے ہتھیار۔ آج یہ سب سچ ثابت ہوتا نظر آرہا ہے، اور اب تو نئے امور اور جو پہلے نہ دیکھا اور نہ سنا وہ سب ظاہر ہوتے جا رہے ہیں، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی روشن دلیلیں ہیں جو آج 1400 سال بعد لفظ در لفظ سچ ثابت ہو رہی ہیں۔

عمرہ بن تغلب رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے نقل کی جا چکی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ قلم ظاہر ہو جائے گا۔ (احمد:24296)

آج یہ بھی سچ ثابت ہو گیا، لکھنا پڑھنا (Literacy) عام ہو گیا، پڑھنے کے ساتھ ساتھ قلم کا ظاہر ہونے سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ آج طرح طرح کے لٹریچر، اخبار، سوشل میڈیا، جرنلزم (Social Media, Journalism) وغیرہ کئی طرح سے معاشرے میں انقلاب سا آ گیا ہے، ہر شخص کی انگلیوں پر قلم ہے، یعنی قلم ظاہر ہو گیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے گا، زلزلے کثرت سے ہوں گے اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوگا''۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''علامات قیامت میں سے ہے کہ علم ظاہر ہو جائے گا''۔ (صحیحہ:3589) جو قرآن کے سوا دوسرا علم ہوگا۔ (صحیحہ:3586)

یعنی علم دنیاوی معلومات، جانکاری کا جیسے آج عام ہو گیا اور یہ علم فتنے کی طرح پھیل گیا۔ آج سائنس، ٹیکنالوجی، میڈیسن، تجارت وغیرہ سے لے کر سمندری جانکاریاں اور خلائی جانکاریاں (Oceanography & Space) تک سب کا علم مانو پھیلتا جا رہا ہے۔

یاد رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کلام حق پر مبنی ہے اور اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ سب پیشینگوئیاں اللہ کے طے شدہ امور ہیں جو ہر حالت میں ظہور پذیر اور رونما ہو کر رہیں گی، دیکھنا صرف یہ ہے کہ انسان کی اپنی کوشش اور کسب کیا رہا، اس نے ان حالات میں کیا عمل کیا؟ گویا وہ

اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق تھا یا نہیں، اسی پر اس کا محاسبہ ہوگا اور آخرت کی ہلاکت یا نجات اور دائمی فلاح طے ہوگی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریب ہے کہ تم اپنی ان بستیوں میں ایک پیالہ پانی کا تلاش کرو، لیکن کامیاب نہ ہوسکو، یعنی سارا پانی اپنی اصل کی طرف سمٹ جائے گا اور باقی ماندہ مومن اور پانی شام میں ہوں گے۔ (صحیحہ: 3078)

عرب ملکوں کے بارے میں

جبرائیل علیہ السلام کی اسلام، ایمان واحسان کی معروف حدیث میں قیامت کی ایک نشانی یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ: جب ''تم دیکھو کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غریب چرواہے (Shepherd) اونچی اونچی عمارتوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں گے''۔ (نسائی: 4990)

اور ایک دوسری حدیث میں یہ بھی اضافہ آیا کہ: ''جب تم دیکھو کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن لوگ ملکوں کے حاکم ہوں گے''۔ (نسائی: 4991، راوی عمر رضی اللہ عنہ)

آج عرب ملکوں میں اونچی اونچی عمارتیں کئی منزلہ ٹاورس (Towers) آسمان کو چھوتے Sky Scrapers اور دنیا کی سب سے اونچی عمارت موجود ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک عربوں کی سرزمین چارہ گاہ اور نہروں والی نہ ہوجائے''۔ (صحیحہ: 3583)

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: جزیرہ عرب کے بعض علاقوں میں اس حدیث میں کی گئی پیشینگوئی کی علامات نظر آرہی ہیں، مختلف طریقوں سے صحرائی (Desert) زمین سے آبپاشی کے لئے پانی نکالا جارہا ہے اور بہت سے علاقوں میں باغیچے اور نہریں موجود ہیں، ایسا ہی مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ مال کی کثرت نہ ہوجائے اور بہہ نہ نکلے یہاں تک کہ اپنی زکوٰۃ لے کر آدمی نکلے اور کسی کو اسے قبول کرنے والا نہ پائے، اور یہاں تک کہ عرب کی زمین چراگاہ اور نہریں ہوجائیں گی''۔ (مسلم)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی غزوہ تبوک کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ تبوک کے چشمے میں تسمے کے برابر پانی تھا، جو تھوڑا تھوڑا بہہ رہا تھا، صحابہ نے چشمے سے چلو بھر کر پانی ایک برتن میں جمع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ اور منہ دھویا، پھر اس پانی کو اس چشمے میں انڈیل دیا، چشمے کا پانی زور سے بہنا شروع ہوگیا، حتیٰ کہ لوگوں نے پانی پی لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ! ممکن ہے کہ تیری زندگی لمبی ہو، تو دیکھے گا کہ یہ جگہ باغات سے بھر جائے گی''۔(صحیحہ:3761)

یہ حدیث نبوت کی نشانیوں سے ہے اور آج 1400 سال بعد تک تبوک کے چشمے میں پانی موجود ہے جس سے باغیچوں اور کھیتی میں پانی دیا جاتا ہے، ہر طرف باغ باغیچے لگائے جا رہے ہیں۔

بنو سلیم کا ایک آدمی اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چاندی لے کر آیا اور کہا یہ ہماری کان (Mines) ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب ان کانوں پر بدترین لوگ پہنچیں گے''۔(صحیحہ:1885) امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ معادن کان (Mines) ان جگہوں کو کہتے ہیں جہاں سے سونا چاندی تانبہ وغیرہ جیسی چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔

جنگ اور اسلام کا غالب ہونا

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ استقامتِ دین میں کمی، اسلام کے احکام سے دوری، دین کا کمزور ہونا اور علماء کا سنت کی بجائے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دینا اور قوم کی رہبری کرنے کے سبب اور امت کا کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے امت پر اللہ کے عذابوں کا نزول ہوگا اور ایک کے بعد ایک رات کے اندھیرے اور بھاری بارش کی طرح فتنے رونما ہوں گے، امت ایک فتنے سے سنبھل نہیں پائے گی کہ دوسرا فتنہ جو پہلے سے بھی شدید ہوگا، آپڑے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زمانہ جلدی گزرنے لگے گا اور نیک عمل گھٹ جائیں گے اور بخیلی دلوں میں سما جائے گی اور فتنے وفساد پھوٹ پڑیں گے اور ہرج (قتل) بہت ہوگا''۔(بخاری)

کرز بن علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اسلام کی بھی کوئی انتہا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اللہ عرب وعجم کے جس گھرانے کے

ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے گا' انھیں اسلام میں داخل کردے گا۔ اس شخص نے کہا: پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: اس کے بعد سائبانوں کی طرح فتنے چھانے لگیں گے۔ سائل نے کہا: ان شاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، پھر تم سانپوں کی طرح پھر جاؤ گے ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو گے''۔ (احمد: 16012)

صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک فتنہ اس طرف سے آئے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مشرق کی طرف اشارہ کیا''۔

امت اس دور کی ترقی یافتہ تکنیک (Technology) اور جنگی اسلحہ وقوت میں بھی کمزور ہوجائے گی جیسا کہ کافر کی اس کوشش کا ذکر اللہ نے سورۃ نساء کی آیت میں کیا ہے:

(وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً)(نساء:۱۰۲)

''کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے بے خبر ہو جاؤ تو وہ تم پر اچانک دھاوا بول دیں''۔

امت کمزور اور مغلوب ہوجائے گی اور کافر و مشرک امت پر ایسے ٹوٹ پڑیں گے جیسے بھوکا دسترخوان پر ٹوٹتا ہے۔ (اسکی حدیث پہلے بیان ہوچکی ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشنگوئیوں میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: مدینہ اجڑ جائے گا اور مدینہ کا بے آباد ہونا جنگوں کے آغاز کی علامت ہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیت المقدس کا آباد ہونا مدینہ منورہ کے بے آباد ہوجانے کی علامت ہے اور مدینہ کا بے آباد ہونا جنگوں کے آغاز کی علامت ہے، اور جنگوں کا آغاز ہونا فتح قسطنطنیہ (Constantine) (استنبول) کی علامت ہے اور استنبول کی فتح خروج دجال کا پیش خیمہ ہوگی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ران پر یا کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا، یہ ساری چیزیں اسی طرح برحق اور یقینی ہے، جیسا تمہارا یہاں بیٹھا ہونا یقینی ہے''۔ (احمد: 22373)

جنگوں کا آغاز ہوگا اور بہت سی جنگیں لڑی جائیں گی جس میں مسلمانوں کو ہار کا سامنا بھی کرنا

پڑے گا اور استنبول (ترکی) پر غیر قوم (نصاریٰ) کا قبضہ ہو جائے گا۔ آخیر میں ایک جنگ عظیم لڑی جائے گی (Great War) جس میں مسلمان اور نصاریٰ مل کر ایک تیسری قوم سے جنگ لڑیں گے اور تیسری قوم جنگ ہار جائے گی، اس درمیان نصاریٰ دھوکہ دیں گے اور پھر مسلمان اور نصاریٰ کے بیچ جنگ ہوگی پھر استنبول (Constantine) فتح ہوگا اور مسلمانوں کے قبضے میں آجائے گا، جنگ کے خاتمہ کے قریب دجال کا نزول ہوگا۔

دجال کے نزول کے دور میں ہی امام مہدی ظہور میں آئیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق (Syria) میں نزول ہوگا، عیسیٰ علیہ السلام دین اسلام کو پوری دنیا میں غالب کریں گے جس کے لئے عیسیٰ علیہ السلام جہاد کریں گے، عیسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ زمین پر حیات رہیں گے اور امام مہدی عدل کے ساتھ حکومت کریں گے، زمین اپنی برکتیں اگل دے گی، چاروں طرف دین اسلام وامن رہے گا۔ پھر دھیرے دھیرے خرابی آنا شروع ہوگی، شرک اور گناہ عام ہو جائیں گے اور آخیر میں اللہ تعالیٰ بدترین مخلوق پر قیامت نازل کرے گا۔

حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عنقریب رومیوں (نصاریٰ) سے امن پر مصالحت کرو گے، تم اور وہ مل کر اپنے دشمن سے جہاد کرو گے، تمہاری نصرت کی جائے گی، تم مال غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت بھی رہو گے، پھر تم لوٹو گے اور ایک چراگاہ پر پڑاؤ ڈالو گے تو ایک عیسائی صلیب اٹھا کر کہے گا، صلیب غالب آگئی، ایک مسلمان طیش میں آکر اسے توڑ دے گا، تب رومی عہد شکنی کریں گے اور لڑائی کے لئے اپنی فوج اکٹھی کریں گے“۔ (ابوداؤد: 4292)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا دابق میں اترے گا (یہ دونوں مقام شام میں ہیں، حلب کے قریب)، پھر مدینہ میں ایک لشکر نکلے گا ان کی طرف جو اُن دِنوں تمام زمین والوں میں بہتر ہوگا، جب صف باندھیں گے دونوں لشکر تو نصاریٰ کہیں گے تم الگ ہو جاؤ ان لوگوں سے (یعنی ان مسلمانوں سے) جنھوں نے ہماری عورتیں اور لڑکے پکڑے اور لونڈی وغلام بنائے، ہم ان سے لڑیں گے، مسلمان کہیں گے نہیں، قسم اللہ کی! ہم کبھی اپنے بھائیوں سے الگ نہ

ہوں گے، پھر لڑائی ہوگئی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا، ان کی توبہ کبھی اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے گا اور تہائی لشکر مارا جاوے گا، وہ سب شہیدوں میں افضل ہوں گے اللہ کے پاس، اور ایک تہائی لشکر کی فتح ہوگی، وہ عمر بھر پھر کبھی فتنے اور بلا میں نہ پڑیں گے، پھر وہ قسطنطنیہ (استنبول) کو فتح کریں گے (جو نصاریٰ کے قبضہ میں آ گیا ہوگا، اب تک یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں ہے) تو وہ لوٹ کے مالوں کو بانٹ رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں میں ٹانگ دیا ہوگا، اتنے میں شیطان آواز کر دے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں آ پڑا تو مسلمان وہاں سے نکلیں گے حالانکہ یہ خبر جھوٹ ہوگی، جب شام کے ملک میں پہنچیں گے تب دجال نکلے گا، سو جس وقت مسلمان لڑائی کے لئے مستعد ہو کر صفیں باندھتے ہوں گے نماز کی تیاری ہوگی اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اتریں گے اور امام بن کر نماز پڑھائیں گے، پھر جب اللہ کا دشمن دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح (ڈر سے) گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اس کو یوں ہی چھوڑ دیں تب بھی وہ خود بخود ہلاک ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پر قتل کرے گا، اور اس کا خون لوگوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی برچھی میں دکھلا دے گا''۔ (صحیح مسلم: 7278)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے سنا ہے ایسا شہر جس کے ایک جانب خشکی ہے اور ایک جانب سمندر ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے سنا ہے (یعنی قسطنطنیہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لڑیں گے اس شہر سے ستر 70 ہزار حضرت اسحاق (بلکہ اسماعیل علیہما السلام) کی اولاد سے، سو جب اس شہر کے پاس آویں گے تو اتر پڑیں گے، سو ہتھیار سے نہ لڑیں گے اور نہ تیر ماریں گے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ کہیں گے تو اس کا ایک جانب جو سمندر پر واقع ہے گر جائے گا، پھر دوسری بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ کہیں گے تو اس کا دوسرا جانب گر جائے گا، پھر تیسری بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ کہیں گے تو وہ ہر طرف سے کھل جائے گا، سو اس شہر میں گھس پڑیں گے اور لوٹیں گے، جب لوٹ کے مال بانٹ رہے ہوں گے کہ اچانک ایک چیخنے والا آئے گا اور کہے گا دجال نکلا تو ہر چیز کو چھوڑ دیں گے اور دجال کی طرف پلٹیں گے''۔ (مسلم: 7333)

بیت المقدس کے آباد ہونے پر مدینہ بے آباد ہوگا اور جنگوں کا سلسلہ شروع ہوجائے گا، مسلمان اور عیسائی مل کر تیسری قوم سے جنگ لڑیں گے، پھر عیسائی دھوکہ دیں گے اور مسلمان و عیسائیوں کے درمیان جنگ ہوگی جس میں عیسائی 80 رجھنڈوں (Flags) کے تحت ایک بڑی فوج کے ساتھ مسلمانوں سے لڑیں گے۔ ہر جھنڈے میں 12000 فوجی ہوں گے۔(دیکھئے بخاری:3176)

یہ ایک عظیم جنگ ہوگی جس میں 80/فوجیں (ملک) ایک ساتھ مل کر لڑیں گی، بھاری تعداد میں قتل ہوگا، اس میں 99% لوگ مارے جائیں گے، صرف 1% باقی بچیں گے، ایسے میں کون مال غنیمت سے خوش ہوگا، اور کس کی میراث بٹے گی، جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اس میں استنبول فتح ہوگا، اس کا مطلب ہوا کہ اس عظیم جنگ سے پہلے استنبول (ترکی) مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور نصاریٰ کے قبضے میں چلا جائے گا، یہ کب ہوگا؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

دجال کا نکلنا حق ہے، جو متواتر صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جس کا قتل عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فلسطین کے شہر باب لُد پر ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''نوح علیہ السلام کے بعد ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے''۔ چنانچہ اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے، صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''دجال مشرق کی طرف ایک جزیرے میں ہے''، ایسی ایک لمبی حدیث تمیم داری رحمہ اللہ سے بھی کئی کتابوں میں موجود ہے۔

دجال یہودی ہوگا، وہ خراسان سے اصفہان کے یہودیوں سے نکلے گا، اس کے ساتھ یہودیوں کی بڑی فوج ہوگی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کا البدایہ والنہایہ میں قول ہے کہ اس کے حمایتوں میں عورتوں کی تعداد بہت ہوگی، اس کی کوئی اولاد نہیں ہوگی، اس کی عمر جوان ہوگی، چھوٹے قد کا ہوگا، جس کی ٹانگوں کے بیچ زیادہ فاصلہ ہوگا، گھنگرالے بال اور چوڑا ماتھا ہوگا، اس کی ایک آنکھ کانی ہوگی اور ماتھے پر کافر (ک ف ر) لکھا ہوگا، جسے مومن پڑھ پائیں گے، دجال ہر زبان جانتا ہوگا۔(احمد:11774) اور مکہ و مدینہ کے سوائے پوری دنیا میں جائے گا، مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔(احمد:27643)

دجال کل 40 دن رہے گا جس کا ایک دن ایک سال اور ایک دن ایک مہینہ اور ایک دن ایک ہفتہ اور باقی 37 دن عام دنوں کی طرح ہوں گے، اس طرح کل ملا کر ایک سال ڈھائی مہینہ رہے گا۔ دجال خود کو رب ہونے کا دعویٰ کرے گا، وہ مردوں کو زندہ کرے گا، اس کے ساتھ پانی و آگ ہوگی، جس کا پانی آگ اور اس کی آگ پانی ہوگی، وہ جنت جہنم ساتھ لائے گا، اس کی جنت جہنم ہوگی اور جہنم جنت ہوگی، دجال کے پیدا ہونے سے ایک سال پہلے آسمان اپنی بارش اور زمین اپنی نباتات روک لے گی۔ (احمد:28120)

جب خطیب، لوگوں کو اس سے ڈرانا چھوڑ دیں گے تب وہ نکلے گا۔ اور صحیح مسلم اور مسند احمد: (26957) میں آیا ہے کہ جب لوگ اسے غصہ دلائیں گے تب وہ ظاہر ہوگا۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو، دجال شام یا یمن کے سمندر میں موجود ہے، پھر فرمایا نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کیا''۔ (مسلم)

صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''دجال کا خروج اس وقت تک نہیں ہوگا، جب تک لوگ اس کا تذکرہ نہ بھول جائیں اور ائمہ ممبروں پر اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ نہ دیں''۔ (احمد 16788)

عمر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں آیا ہے کہ: ''یاد رکھو! عمر بن خطاب اس بات کا گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کی سزا جاری فرمائی ہے اور نبی ﷺ کے بعد ہم نے بھی یہ سزا جاری فرمائی ہے، یاد رکھو! تمہارے بعد کچھ لوگ آئیں گے جو رجم کی تکذیب کرتے ہوں گے، دجال، شفاعت اور عذاب قبر سے انکار کرتے ہوں گے اور اس قوم کے ہونے کو جھٹلائیں گے، جنھیں جہنم میں جل کر کوئلہ ہو جانے کے بعد نکال لیا جائے گا''۔ (احمد:156) اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ کرے، آمین۔

دجال کے دور میں امام مہدی دمشق میں ہوں گے۔ امام مہدی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسب سے، رسول ﷺ کے خاندان قریش سے ہوں گے، جن کا نام محمد اور باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ امام مہدی کے اوصاف اور خصوصیات ان میں پہلے سے موجود نہیں ہوں گی بلکہ وقت مقررہ پر اللہ

تعالیٰ ان کی اصلاح ایک رات میں کردے گا اور وہ سب خصوصیات ان میں آجائیں گی جو امام مہدی میں بیان کی گئی ہیں، ان کی خلافت میں چاروں طرف امن ہوگا اور مال کی فراوانی ہوگی۔

امام مہدی کی دمشق میں موجودگی میں فجر کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا جو امام مہدی کی امامت میں فجر کی نماز ادا کریں گے، دجال سے جنگ ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام فلسطین کے لد شہر میں اس کا قتل کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام دین اسلام غالب کرنے کے لئے جہاد کریں گے اور پوری زمین سے کفر مٹ جائے گا اور صرف ایک دین اسلام رہے گا، اور اللہ کا وعدہ پورا ہوگا جو برحق ہے۔ سبحان اللہ۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مہدی میرے خاندان سے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا۔ (ابوداؤد:4284)

عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ میرے اہل بیت سے ایک آدمی کو پیدا کرے گا، اس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے مطابق ہوگا، وہ زمین میں عدل وانصاف عام کردے گا جیسے پہلے وہاں زور وظلم عام تھا۔ (ابوداؤد:4282)

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مہدی علیہ السلام اہل بیت سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کی اصلاح کردے گا''۔ (صحیحہ:3635)

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو مسلمانوں کے امیر مہدی انھیں کہیں گے آئیں اور نماز پڑھائیں، وہ کہیں گے: نہیں، تم ہی ایک دوسرے کے امیر بن سکتے ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے اس امت کی عزت ہوگی''۔ (صحیحہ:3634)

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے آخری زمانے میں مہدی نکلیں گے، اللہ تعالیٰ بارش نازل کرے گا، زمین کھیتیاں اگائے گی، وہ لوگوں کو بہترین مال عطا کریں گے، مویشی زیادہ ہوجائیں گے، امت کی تعداد بڑھ جائے گی اور وہ 7/ یا 8/ سال زندہ رہیں گے''۔ (صحیحہ:3633)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام میری امت

میں اترنے والے ہیں...... (حلیہ بیان کیا)...... وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم ہو جائے گا اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ تمام دین (ملتوں) کو نیست و نابود کر دے گا اور دجال کو بھی ہلاک کر دے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں 40 سال قیام کرنے کے بعد فوت ہو جائیں گے، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (صحیحہ:3879)

ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں دو گروہ ہوں گے، اللہ بچائے گا انھیں جہنم سے، ایک ان میں سے جہاد کرے گا ہند میں اور دوسرا ہوگا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ (نسائی:3180)

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد 7/سال زندہ رہ کر فوت ہو جائیں گے، اس طرح 33/سال اٹھائے جانے سے پہلے اور 7/سال بعد میں، کل ملا کر 40/سال زمین میں رہیں گے۔ (البدایہ والنہایہ)

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بھی بنی آدم (عام طور پر سب انسانوں پر) یا کسی ایک ملک میں یا امت مسلمہ پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کسی سختی، مصیبتوں یا عذاب کو مختلف شکلوں میں نازل کرتا ہے تو عوام الناس کے کچھ لوگ جن میں کچھ عالم بھی شامل ہوتے ہیں، سوشل میڈیا سے لوگوں میں یہ پھیلا کر باور کرانے لگ جاتے ہیں کہ جب فلاں مصیبت آئے یا فلاں چیز ہو تو قیامت آنے والی ہے اور پیشینگوئیوں میں سے کسی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے یا اس کے کسی حصے کو پھیلا دیتے ہیں اور دوسرے حصے کو پورا ہضم کر لیتے ہیں، یا اس حدیث کو غیر مناسب ڈھنگ سے پھیلاتے ہیں۔

آج ملکوں میں وبا پھیلی ہوئی ہے اور اس طرح کے لوگ ایسا کرنے میں مصروف ہیں۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری کی ایک حدیث جو کتاب مناسک (2/663) میں آئی ہے جس میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی حج ہوتا رہے گا اور اسی حدیث میں آگے بیان ہوا کہ قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک کعبہ کا حج موقوف نہ ہو۔ اب صرف اس کے دوسرے حصے کو پھیلایا جا رہا ہے کہ عمرہ اور حج موقوف ہو گیا تو قیامت

آنے والی ہے، جبکہ اسی میں یہ پہلے بیان ہوا کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی حج ہوتا رہے گا۔ اب یہ امت مسلمہ میں علم کی کمی اور ایسے عالموں کا ظہور پذیر ہونا نہیں تو کیا ہے؟ جو عوام کو اس طرح سے گمراہ کررہے ہیں۔

میرے بھائیو! ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم اپنا محاسبہ کرتے اور سوچتے کہ آج ہم پر یہ عذاب کیوں مسلط کئے جارہے ہیں؟ اور اپنے گناہوں کو ٹٹول کر ان سے توبہ کرکے اپنی اصلاح کرکے اس آنے والی مصیبت کی تیاری کرتے جس سے آج خوف زدہ ہیں۔ ابھی تو پوری چھوٹی نشانیاں بھی ظاہر نہیں ہوئی ہیں اور پھر نہ جانے کب (اللہ اعلم) بڑی نشانیوں کا نزول ہوگا اور پھر کچھ نامعلوم عرصے کے بعد قیامت قائم ہوگی۔ عظیم جنگ، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال کا خروج اور فساد وقتل، یاجوج ماجوج کا فساد و موت اور بڑی نشانیوں کا ظہور اور آخر میں ایسی مخلوق کا رہ جانا کہ ان میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا، یہ سب باقی ہے۔

فلاح اور کامیابی کا راستہ

یہ راستہ صرف وہ ہے جو اسلام کے سنہرے دور کے سلف صالحین نے اپنایا اور اس پر ہر پل قائم رہے، یہ سلف صالحین وہ تھے جن کے قدموں میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی سلطنتوں کو جھکا دیا اور نصرت اور فتح نصیب فرمائی، ان میں بہت سے صحابہ ایسے بھی ہوئے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر چلتے پھرتے جنتی اور جنت کی خوش خبریاں اپنے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے یہیں دلوادیں اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب رہے۔

یہ افضل زمانوں کا دور تھا جب اسلام میں نہ کوئی فرقہ تھا اور نہ کوئی مسلک، اس دور کی امت مسلمہ نے صرف اس اسلام کو اپنایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی حیات نبوت میں نازل کیا اور جس کو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی حیات میں ہی مکمل کردیا تھا، جیسے کہ سورۃ مائدہ کی آیت 5/3 میں نازل فرمایا گیا: ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل (پورا) کردیا اور تم پر اپنا بھرپور انعام کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا''۔ انھوں نے یہ اچھی طرح جان لیا تھا کہ اسلام کی بنیاد صرف دو چیزیں پر قائم ہے؛ پہلی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ

کتاب القرآن اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور ہدایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 23 سالہ حیات نبوت، جس کو امت کے لئے اسوۂ حسنہ، بہترین نمونہ قرار دیا گیا۔

ان کا ہر عمل اور زندگی کا ہر پل قرآن میں نازل کردہ احکام اور صحیح احادیث سے ثابت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ پر مبنی ہوتا تھا۔ وہ ثابت شدہ صحیح احادیث کی موجودگی میں ضعیف احادیث کو ترجیح نہیں دیتے تھے، نہ شرک میں مبتلا تھے، قبر پرستی، شخصیت پرستی، قبروں کا اونچا یا پکا بنانا، ان پر چراغ جلانا یا چادر چڑھانا جیسے کبیرہ گناہ سے پاک تھے۔ ان کے گھریلو معاملات بچوں کی تربیت و شادی اور معاشرتی معاملات خالص سنت کے مطابق ہوتے اور غیر قوم کی مشابہت اور پیروی سے نفرت کرتے تھے اور منکر مانتے تھے، دین کا علم وفہم اور دنیوی تعلیم اور ہنر کو سیکھنے اور جاننے کے لئے اپنی کوششوں میں کوئی کمی نہیں رکھتے تھے، مالی معاملات، سود، انشورنس، خیانت اور دھوکہ دہی سے پاک ہوتے، جھوٹ اور فریب کو منکر مانتے تھے۔

انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کو اس طرح تسلیم کیا کہ خود کو پوری طرح اور کامل طور پر اسلام میں داخل کرلیا، جیسا کہ اللہ کا حکم سورۃ بقرۃ میں نازل ہوا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ) (بقرہ:۲۰۸)

”ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے“۔

یہ وہ نیک بندے تھے جنھوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم نے سنا اور مان لیا، یہی وجہ تھی کہ اللہ نے انھیں اپنے وعدے کے مطابق زمین کا خلیفہ بنادیا:

(وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ) (نور:۵۵)

”تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہیں، اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انھیں ضرور زمین کا خلیفہ بنائے گا“۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ان نیک بندوں کو خوف وغم سے نجات بھی عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے:

(اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ)(احقاف:۱۳)

''بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے''۔

ایسی سب باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ہم آج اپنی حالت پر غور وفکر کریں تو پائیں گے کہ آج امت مسلمہ انتہائی پسماندہ اور مغلوب ہے، خوفزدہ، پریشان اور ظلم وزیادتی کا شکار ہے۔ اللہ نے ہمارے سلف صالحین اور اللہ کے نیک بندوں کو ان کی اقلیت اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو اکثریت اور بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ اور نصرت عطا کی۔ جبکہ آج سیکڑوں مسلم ممالک اور 200 کروڑ (2 Billion) سے زیادہ بڑی تعداد کے ہوتے ہوئے بھی اس امت کی یہ حالت کیوں؟

اللہ کا فرمان ہے: (مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ)(ق:۲۹)

''میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں''۔

تو کیا یہ حالت امت کی اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے؟ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ:

(ذٰلِكَ بِاَنَّ اللهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ)(انفال:۵۳)

''یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت فرما کر پھر بدل دے، جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دے، جو کہ ان کی اپنی تھی، اور یہ کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

آج ہر مسلمان کو اپنا محاسبہ کرنے کا وقت ہے اور اس کی سخت ضرورت ہے کہ سوچے اور ٹٹول کر دیکھئے کہ کیا ہمارے اعمال میں گناہ، برائیاں اور منکرات تو نہیں، جنھوں نے ہماری نیکیوں کو برائیوں پر ہلکا کر دیا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آج بہت سی جماعتیں اور مبلغین نماز کی طرف بلاتے ہیں اور ترغیب دیتے ہیں، مگر منکرات کا ذکر اور نہی عن المنکر کے فرائض وقت کی ضرورت کے مقابل بالکل کمزور

ہیں، مسجدیں تو آباد ہیں، مگر قوم بڑے بڑے گناہوں میں پھنستی جارہی ہے، جس کی وجہ سے ہماری نیکیاں ہلکی پڑتی نظر آتی ہیں اور اللہ کی نصرت سے دوری کا سبب بن رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ○ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا)(کہف:۱۰۳-۱۰۵)

''کہہ دیجئے کہ اگر میں تمہیں بتادوں کہ با اعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارہ میں کون ہے؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہوگئیں اور وہ اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں، جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے کفر کیا۔ اس لئے ان کے اعمال غارت ہوگئے۔ بس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہیں کریں گے''۔

ہماری نماز اور دیگر نیکیاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں اور امت کا اس مغلوبیت اور خسارے سے نجات پانے کے لئے لازم ہے کہ امت اللہ کی آیات یعنی اس کے احکام اور رسول کی سنت سے چمٹ جائے۔ اللہ کی رضا و نصرت، زمین کا خلیفہ اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا مستحق بننے کے لئے ان تین نکات پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

(1) اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونا۔

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوۂ حسنہ و کاملہ مانتے ہوئے اپنا ہر عمل صحیح احادیث کے مطابق کرنا، جیسا کہ سورۃ نساء کی آیت میں نازل فرمایا گیا:

(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا)(نساء:۶۵)

''تو قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں''۔

(3) سورۃ النساء کی درج ذیل آیت پر مکمل ایمان کے ساتھ عمل کرنا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) (نساء:۵۹)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو، تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے، اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''۔

یہی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جس کے راوی حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے کہا قرآن اور حدیث کے پڑھنے والو! تم تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے، اگر تم قرآن اور حدیث پر نہ جمو گے، اگر اِدھر اُدھر دائیں بائیں راستہ لو گے تو بہت گمراہی میں چلے جاؤ گے۔ (صحیح بخاری: کتاب الاعتصام)

اسی کا حکم چاروں اماموں نے بھی دیا ہے، انہوں نے عوام کو صرف اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف بلایا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول: جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ اگر میں کوئی ایسا قول کہوں جو کتاب اللہ کے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مخالف ہو تو میرا قول چھوڑ دو۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں تو ایک انسان ہوں اور بشر ہوں غلطی بھی کر سکتا ہوں اور نہیں بھی۔ میری رائے کو دیکھو، جو بھی کتاب و سنت کے موافق ہو اسے لے لو، اور جو کتاب و سنت کے موافق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے: میرا جو کوئی بھی قول ہو یا جو کوئی اصول بنایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے قول کے خلاف حدیث ہو، تو جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے وہی میرا قول ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے: نہ تو میری تقلید کرو اور نہ مالک کی اور نہ شافعی اور نہ

ثوری کی، تم وہیں سے لو جہاں سے انھوں نے لیا ہے۔

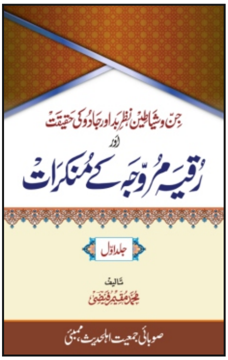
اگر ایسا نہ ہوا تو امت اپنی اصل حالت پر نہ لوٹی (یعنی صرف قرآن اور صحیح حدیث کے احکاموں پر) تو پھر چاہے کوئی عالم یا جماعت یا ادارہ کتنی بھی کوشش کریں، امت پسماندگی، مغلوبیت، غم اور خوف سے نجات نہیں پاسکتی اور دنیا کی فلاح اور آخرت کی کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ آیئے! آج ہر مسلمان اسلام میں پورا پورا داخل ہوکر اپنا ہر عمل قرآن اور صحیح حدیث کے مطابق کرنے کا عہد کرے اور اپنے رب کو راضی کرتے ہوئے نصرت اور فلاح کا مستحق بن جائے، آمین۔

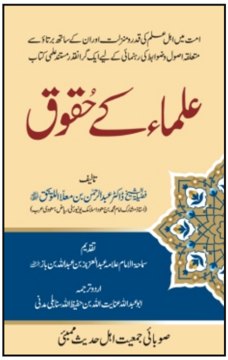
NOTES

NOTES

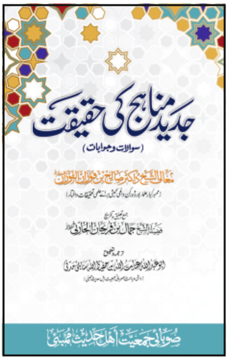
ہماری اہم مطبوعات

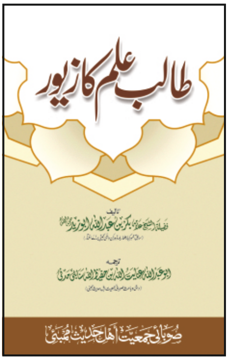




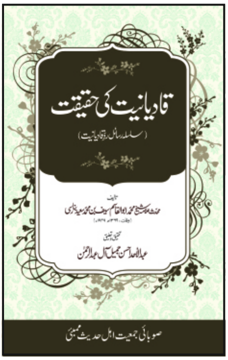


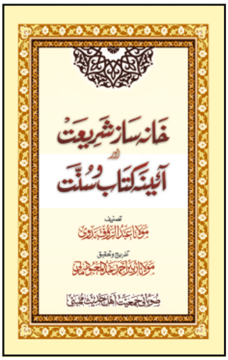












SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chunawala Compound, Opp. B.E.S.T. Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070.

022-26520077 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com